نام کتاب	:	آسان قافیہ
مصنف	:	حضرت علامہ ابن حاجب رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب اُردو	:	پروفیسر عون محمد سعیدی
کمپوزنگ	:	ڈاکٹر محمد صفدر جاوید
اشاعت اوّل	:	۲۰۰۶ء
ناشر	:	مکتبہ نظام مصطفیٰ بہاول پور
تعداد	:	گیارہ سو
قمت	:	60 روپے

ملنے کے پتے

﴾1﴿ مکتبہ نظام مصطفیٰ نزد طبیہ کالج بہاول پور۔ 0304-7014412

﴾2﴿ زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ لاہور۔ 0423-7248657

﴾3﴿ مکتبہ مہریہ کاظمیہ نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان۔0314-6123162

﴾4﴿ مکتبہ مثنویہ نزد لاری اڈہ بہاولپور۔0301-7728754

﴾5﴿ مکتبہ اہل سنت اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ 0300-6346344

نوٹ: یہ کتاب اور مکتبہ نظام مصطفیٰ کی دیگر جملہ کتب بذریعہ VPP منگوانے کے لیے 0304-7014412 پر رابطہ فرمائیں۔

انتساب

عزیزم محترم مولانا آس محمد سعیدی صاحب کے نام

جواس کتاب کو مسودہ سے بیضہ کی صورت میں لانے کے محرک بنے اوراس کی نظر ثانی کے سلسلہ میں مکمل طور پر میرا ساتھ دیا۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

امید ہے کہ یہ مردِ مجاہد دنیا بھر میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا داعی بنے گا۔ **ان شاء اللہ تعالیٰ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

فہرست مضامین

عرض حال

آسان کافیہ پر کافی عرصہ پہلے میں نے بہت محنت سے کام کیا تھا۔ پھر دیگر مصروفیات کی بناء پر اس کی اشاعت رکی رہی۔ ایک دن شیخ المیراث مولانا مفتی آس محمد صاحب نے اس کی طرف توجہ دلائی تو میں نے اپنے محنت کو ٹھکانے لگانے کے لیے دوبارہ اس پہ کام شروع کر دیا اور اب یہ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کتاب توابع تک ہے۔ اگرچہ میں نے توابع پر بھی کام کیا تھا اور صرف چار پانچ صفحات باقی رہ گئے تھے مگر اس کا مسودہ گم ہو گیا۔ اب چونکہ میں نے اپنی توجہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے بنیادی کام کی طرف موڑ دی ہے۔ اس لیے اگلا کام میں نے دوبارہ نہیں کیا۔

بہر حال جو کام کیا گیا ہے اگر اس کتاب کو سامنے رکھ کر طلباء و اساتذہ کافیہ کو پڑھیں پڑھائیں تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ انہیں متن کتاب سمجھنے میں بے حد آسانی محسوس ہوگی اور کافیہ کے دشوار گزار مقامات سے وہ چٹکیاں بجاتے ہوئے گزر جائیں گے۔

اگر کتاب پسند آئے اور طلباء و اساتذہ کو اس سے فائدہ ہو تو میں درخواست کرتا ہوں کہ کم از کم ایک مرتبہ میری صحت کے لیے خصوصی دعا فرما دیں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کیلئے بھرپور جدوجہد کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا آغاز کرتے ہوئے ہم نے اپنے ادارہ دار العلوم حسنیہ کا نام جامعہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور مکتبہ حسنیہ کا نام مکتبہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ رکھ دیا ہے۔

پروفیسر عون محمد سعیدی
فون: 0300-6818565
20-02-2009
بروز جمعۃ المبارک بوقت 8:50 رات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم نحو

علمِ نحو کی تعریف: علم نحو وہ علم ہے جس کے ذریعے کلمات کو آپس میں جوڑنے کا طریقہ اور لفظ کے آخری حرف کی تبدیلی کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

موضوع: اس کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

غرض: کلام عرب میں لفظی غلطی سے بچنا۔

کلمہ اور کلام

کلمہ کی تعریف: اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ وُّضِعَ لِمَعْنًی مُّفْرَدٍ

کلمہ وہ لفظ ہے جو معنیٰ مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

کلمہ کی اقسام: کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔

❶ اسم ❷ فعل ❸ حرف

تین قسموں کی وجہ حصر: **کلمہ** یا تو مستقل معنیٰ پر دلالت کرے گا...... یا نہیں کرے گا ــــــ دوسری صورت میں **حرف** ہے اور پہلی صورت میں، وہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہوگا...... یا نہیں ہوگا ــــ دوسری صورت میں **اسم** ہے اور پہلی صورت میں **فعل** ہے۔

تنبیہ: وَقَدْ عُلِمَ بِذٰلِکَ حَدُّ کُلٍّ وَّاحِدٍ مِّنْھَا۔

وجہ حصر کے ذریعے اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف بھی معلوم ہوگئی۔

کلام کی تعریف: اَلْکَلَامُ مَا تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ بِالْاِسْنَادِ

کلام وہ ہے جو ایسے دو کلموں پر مشتمل ہو، جن میں سے ایک ''مسند'' اور دوسرا

"مسندالیہ" ہو۔

کلام کی صورتیں: کلام کی دوصورتیں ہیں۔

1. دواسموں سے مل کر بنے گا۔(جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ)
2. ایک اسم اورایک فعل سے مل کر بنے گا۔(جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ)

اسم کی تعریف: **اَلْاِسْمُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنیً فِیْ نَفْسِہٖ غَیْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ ۔**

اسم وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے......اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو۔ (جیسے زَیْدٌ)

اسم کے خواص: اسم کے بعض خواص مندرجہ ذیل ہیں:

1. لام کا داخل ہونا (جیسے اَلْعِلْمُ)
2. جر کا داخل ہونا (جیسے بِزَیْدٍ)
3. تنوین کا داخل ہونا (جیسے رَجُلٌ)
4. اضافت کا ہونا (جیسے غُلَامُ زَیْدٍ ...... میں غُلَامُ)
5. مسندالیہ ہونا (جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ...... میں زَیْدٌ)

اسم کی اقسام

اسم کی دوقسمیں ہیں۔

1. **معرب** 2. **مبنی**

معرب کی تعریف: **اَلْمُعْرَبُ الْمُرَکَّبُ الَّذِیْ لَمْ یُشْبِہْ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ۔**

معرب وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو......اور مبنی الاصل (فعل ماضی، امر حاضر معروف، تمام حروف) کے مشابہ نہ ہو۔(جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ ...... میں زَیْدٌ)

معرب کا حکم: وَحُکْمُہٗ اَنْ یَّخْتَلِفَ آخِرُہٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا ۔**معرب** کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخری لفظ ''عوامل کے بدلنے کے ساتھ ساتھ'' تبدیل ہوتا رہتا ہے......چاہے وہ تبدیلی **لفظًا** ہو یا **تقدیراً** — (جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ، رَأَیْتُ زَیْدًا، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ + جَاءَ مُوْسٰی، رَأَیْتُ مُوْسٰی، مَرَرْتُ بِمُوْسٰی)

اعراب کی تعریف اَلْاِعْرَابُ مَا اخْتَلَفَ آخِرُہٗ بِہٖ لِیَدُلَّ عَلَی الْمَعَانِی الْمُعْتَوِرَۃِ عَلَیْہِ۔

اعــــراب وہ (حرکت یا حرف) ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخری لفظ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔(جَاءَ نِیْ زَیْدٌ، رَأَیْتُ زَیْدًا، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں **رفع**، **نصب**، **جر** —— اور جَاءَ نِیْ اَبُوْکَ رَأَیْتُ اَبَاکَ، مَرَرْتُ بِاَبِیْکَ میں **واؤ**، **الف**، **یاء** ......**اعراب** کہلاتے ہیں۔)

اعــراب کا فائدہ : اعراب اُن معانی (فاعلیت، مفعولیت، اضافت) پر دلالت کرتا ہے جو معرب پر یکے بعد دیگرے آتے ہیں (نہ کہ بیک وقت) جیسے اوپر کی مثالوں میں......

''رفع اور واؤ'' ...... **فاعلیت** پہ دلالت کرتے ہیں۔

''نصب اور الف'' ...... **مفعولیت** پہ دلالت کرتے ہیں۔

''جر اور یاء'' ...... **اضافت** پہ دلالت کرتے ہیں۔

اعراب کی انواع اعرب کی تین انواع ہیں:

(۱)رفع (۲)نصب (۳)جر

رفع، فاعلیت کی علامت ہے— **نصب**، مفعولیت کی علامت ہے—

جر، اضافت کی علامت ہے۔

یعنی **رفع**...... لفظ کے فاعل ہونے پہ دلالت کرتا ہے۔

نصب...... لفظ کے مفعول ہونے پہ دلالت کرتا ہے۔

جر...... لفظ کے مضاف الیہ ہونے پہ دلالت کرتا ہے۔

عامل کی تعریف اَلْعَامِلُ مَابِهٖ يَتَقَوَّمُ الْمَعْنَى الْمُقْتَضِيُّ لِلْاِعْرَابِ۔

عامل، اس کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے ''مَعْنَى مُقْتَضِيُ لِلْاِعْرَابِ''

حاصل ہوتا ہے— یعنی عامل وہ ہے جس کی وجہ سے اسم پر رفع، نصب، جر آتے ہیں۔

''مَعْنَى مُقْتَضِيُ لِلْاِعْرَاب'' فاعلیت، مفعولیت اور اضافت کو کہتے ہیں

— جیسے جَاءَ نِیُ زَیْدٌ میں ''جَاءَ'' عامل ہے۔ اس کے اندر فاعلیت والا معنی پایا جاتا

ہے جو ''اِعْرَابِ رفع'' کا تقاضا کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے زَیْدٌ کو رفع والا

اعراب دیا ہے۔

اعراب کے اعتبار سے معرب کی 9 اقسام کا بیان

❶ **مفرد منصرف — جمع مکسر منصرف:**

حالتِ رفع میں ...... ضمہ کے ساتھ

حالتِ نصب میں ...... فتحہ کے ساتھ

حالتِ جر میں ...... کسرہ کے ساتھ

(جیسے جَاءَ زَیْدٌ وَرِجَالٌ — رَأَیْتُ زَیْدًا وَرِجَالًا — مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَرِجَالٍ)

❷ **جمع مؤنث سالم:**

حالتِ رفع میں ...... ضمہ کے ساتھ

حالتِ نصب و جر میں ...... کسرہ کے ساتھ

(جیسے هُنَّ مُسْلِمَاتٌ — رَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ — مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ)

❸ **غیر منصرف:**

حالتِ رفع میں ...... ضمہ کے ساتھ

حالتِ نصب و جر میں ...... فتحہ کے ساتھ

(جیسے جَاءَ نِيْ اَحْمَدُ — رَأَيْتُ اَحْمَدَ — مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ)

❹ **اَبُوْكَ، اَخُوْكَ، حَمُوْكِ، هَنُوْكَ، فُوْكَ، ذُوْمَالٍ** جبکہ یائے متکلم کے علاوہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہوں:

حالتِ رفع میں ...... واؤ کے ساتھ

حالتِ نصب میں ...... الف کے ساتھ

حالتِ جر میں ...... یاء کے ساتھ

(جیسے جَاءَ نِيْ اَبُوْكَ — رَأَيْتُ اَبَاكَ — مَرَرْتُ بِاَبِيْكَ)

❺ **تثنیہ ... كِلَا** (جبکہ ضمیر کی طرف مضاف ہو)... **اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ**

حالتِ رفع میں ...... الف کے ساتھ

حالتِ نصب و جر میں ...... یاء کے ساتھ

(جیسے جَاءَ نِيْ رَجُلَانِ وَكِلَاهُمَا وَاِثْنَانِ — رَأَيْتُ رَجُلَيْنِ وَ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ — مَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ وَكِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ)

❻ **جمع مذکر سالم ... اُولُو ... عِشْرُوْنَ (تاتِسْعُوْنَ)**

حالتِ رفع میں ...... واؤ کے ساتھ

حالتِ نصب و جر میں ...... یاء کے ساتھ

(جیسے جَاءَ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْمَالٍ وَعِشْرُوْنَ رِجَالاً — رَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَعِشْرِيْنَ رِجَالًا — مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَعِشْرِيْنَ رِجَالًا)

نوٹ: اَلتَّقْدِيْرُ فِيْمَا تَعَذَّرَ كَعَصًا وَغُلَامِيْ مُطْلَقًا — اَوِ اسْتُثْقِلَ كَقَاضٍ رَفْعًاوَّ جَرًّا۔ وَنَحْوُمُسْلِمِيَّ رَفْعًا— وَاللَّفْظِيُّ فِيْمَاعَدَاهُ۔

تقدیری اعراب اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ لفظی اعراب متعذر رہو۔ جیسے عَصَا اور غُلَامِیْ ۔ یہ حالت رفع، حالت نصب اور حالت جر تینوں صورتوں میں (مطلقاً) تقدیری اعراب کے ساتھ ہوگا—— یا تقدیری اعراب اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ لفظی اعراب ثقیل ہو۔ جیسے قَاضٍ یہ حالتِ رفع اور حالتِ جر میں تقدیری اعراب کے ساتھ ہوگا—— اور مُسْلِمِيَّ جیسی صورتوں میں حالتِ رفع میں تقدیری اعراب ہوگا—— مذکورہ تینوں صورتوں کے ماسوا، دیگر تمام صورتوں میں اعراب لفظی ہوگا۔

(اب ۷، ۸، ۹ میں تقدیری اعراب کی تفصیل ملاحظہ ہو)

⑦ اسم مقصور (جیسے عَصَا)— **جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی دوسرا اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو** (جیسے غُلَامِی) **[ان میں لفظی اعراب متعذر ہے]**

حالتِ رفع میں ...... ضمہ تقدیری کے ساتھ

حالتِ نصب میں ...... فتحہ تقدیری کے ساتھ

حالتِ جر میں ...... کسرہ تقدیری کے ساتھ

(جیسے هُوَ عَصًا وَغُلَامِي— رَأَيْتُ عَصًا وَغُلَامِي— مَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِي)

⑧ اسم منقوص (جیسے قَاضٍ) **[اس میں لفظی اعراب ثقیل ہے]**

حالتِ رفع و جر میں ...... ضمہ اور کسرہ تقدیری کے ساتھ

حالتِ نصب میں ...... فتحہ لفظی کے ساتھ

(جیسے جَاءَ الْقَاضِیُ وَقَاضٍ — مَرَرْتُ بِالْقَاضِیُ وَقَاضٍ — رَأَیْتُ الْقَاضِيَ وَقَاضِیًا)

⑨ **جمع مذکر سالم، جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہو** (جیسے مُسْلِمِيَّ)

حالتِ رفع میں ...... واوِ تقدیری کے ساتھ

حالتِ نصب و جر میں ...... یاء ماقبل مکسور کے ساتھ (اعراب لفظی)

(جیسے جَاءَ مُسْلِمِيَّ — رَأَیْتُ مُسْلِمِيَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ)

اسم معرب کی اقسام

اسم معرب کی دو قسمیں ہیں:

❶ منصرف ❷ غیر منصرف

غیر منصرف کی تعریف غَیْرُ الْمُنْصَرِفِ مَافِیْهِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسْعٍ اَوْ وَاحِدَةٌ مِنْهَا تَقُوْمُ مَقَامَهُمَا۔

غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں نو، اسباب میں سے دو سبب پائے جائیں... یا... ایک سبب پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو — (جبکہ منصرف وہ ہے جو ایسا نہ ہو)

اسباب منع صرف: وہ نو اسباب اس شعر میں مذکور ہیں:

عَدْلٌ وَّ وَصْفٌ وَّ تَانِیْثٌ وَّ مَعْرِفَةٌ
وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْکِیْبُ
وَالنُّوْنُ زَائِدَةٌ مِنْ قَبْلِهَا اَلْفٌ
وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَهٰذَا لُقَوْلُ تَقْرِیْبُ

ترجمہ: (۱) عدل، (۲) وصف، (۳) تانیث، (۴) معرفہ، (۵) عجمہ، (۶) جمع، (۷) ترکیب، (۸) نون زائدہ جس سے پہلے الف ہو اور (۹) وزن فعل

نوٹ: شعر کی صورت میں ۹ علتوں کو یاد کرنا زیادہ آسان ہے۔

اسباب منع صرف کی مثالیں: اسباب منع صرف کی مثالیں بالترتیب درج ذیل ہیں:

(۱) عُمَرُ (۲) اَحْمَرُ (۳) طَلْحَةُ (۴) زَيْنَبُ (۵) اِبْرَاهِيْمُ (۶) مَسَاجِدُ (۷) مَعْدِيْكَرَبُ (۸) عِمْرَانُ (۹) اَحْمَدُ۔

غیر منصرف کا حکم: وَحُكْمُهُ اَنْ لَّا كَسْرَةَ وَلَا تَنْوِيْنَ غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے ہیں۔ مثلاً اَحْمَدُ پر نہ تو کسرہ آ سکتا ہے اور نہ ہی تنوین۔

دو صورتیں ایسی ہیں جن میں غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا جائز ہے۔ یعنی غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین لا سکتے ہیں۔

(الف) ضرورت شعری (ب) مناسبتِ کلام۔

(الف) ضرورت شعری: جیسے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مندرجہ ذیل شعر جو آپ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا:

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَّوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَا لِيَا

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سبب مجھ پر ایسے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اگر وہ دِنوں پر گرتے تو دن بھی رات بن جاتے۔

اس شعر میں ''مَصَائِبٌ'' پر غیر منصرف ہونے کے باوجود، جو تنوین آ رہی ہے، یہ ضرورتِ شعری کی بناء پر ہے — اگر اس سے تنوین ہٹا دیں تو وزن برقرار نہیں رہتا۔

(ب) مناسبتِ کلام: جیسے سَلَا سِلًا وَّ اَغْلَالًا (زنجیریں اور طوق)۔

اس مثال میں سَلاسِلَ غیر منصرف پر اَغْلالًا کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے، تنوین لے آئے...... یہ مناسبت دو طرح کی ہے۔ لفظی، معنوی۔

"لفظی مناسبت" یہ ہے کہ مذکورہ دونوں لفظ، اکثر اکٹھے استعمال ہوتے ہیں۔

"معنوی مناسبت" یہ ہے کہ دونوں لوہے کے ہوتے ہیں اور سزا دینے کے کام آتے ہیں۔

فائدہ نمبر 2 جمع منتہی الجموع...... تانیث بالف مقصورہ وممدودہ — ان میں سے ہرایک دوسببوں کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (جیسے مَسَاجِدُ — حُبْلٰی اور حَمْرَاءُ)

اسباب منع صرف سے متعلقہ ضروری باتیں

(۱) عدل اَلْعَدْلُ خُرُوْجُهٗ عَنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا۔

عدل، لفظ کے اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے صیغہ میں داخل ہونے کو کہتے ہیں...... پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری

عدل تحقیقی : لفظ کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے صیغہ میں داخل ہونا حقیقۃً ہو۔ جیسے ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ، یہ ثَلَاثَةٌ ثَلَاثَةٌ سے معدول ہیں —— اسی طرح اُخَرُ، یہ آخَرُ... یا... اَلْاُخَرُ... یا... آخَرُ مِنْ سے معدول ہے —— اسی طرح جُمَعُ، یہ جَمَاعِي ... یا... جَمْعَاوَاتٌ سے ... یا... جُمْعٌ سے معدول ہے۔

عدل تقدیری : لفظ کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل دوسرے صیغہ میں داخل ہونا فرض کرلیا گیا ہو (لیکن حقیقت میں ایسا نہ ہوا ہو) — جیسے عُمَرُ، فرض کرلیا گیا کہ یہ لفظ عَامِرٌ سے معدول ہے — اسی طرح قَطَامِ، فرض کرلیا گیا کہ یہ لفظ قَاطِمَةٌ سے معدول ہے۔

نوٹ: قَطَامِ کی مثال بنوتمیم کی لغت کے مطابق ہے — اور قَطَامِ جیسے دیگر الفاظ بھی عدل تقدیری شمار کیے جاتے ہیں۔

(2) وصف / صفت اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ...... یہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو، لہٰذا عارضی طور پر کسی لفظ میں اسمیت یا وصفیت کا غلبہ، وصفِ اصلی کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔ اسی لیے مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ میں، اَرْبَعٌ منصرف ہے — اَسْوَدُ، اَرْقَمُ، اَدْهَمُ غیر منصرف ہیں — اور اَفْعٰی ، اَجْدَلُ، اَخْيَلُ کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے۔

مثالوں کی وضاحت:

نمبر 1: مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ میں، اَرْبَعٌ کے اندر اگرچہ دو سبب (وزن فعل + وصف عارضی) موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ منصرف ہے۔ کیونکہ یہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہیں ہے بلکہ نِسْوَةٌ کی صفت بننے کی وجہ سے عارضی طور پر اس پہ وصفیت کا غلبہ ہو گیا ہے۔

نمبر 2: اَسْوَدُ ...... کالے سانپ کا اسم ہے — اَرْقَمُ...... چتکبرے سانپ کا اسم ہے۔
اَدْهَمُ ...... قیدیوں کے پاؤں میں ڈالی جانے والی بیڑی کا اسم ہے۔

توضیح: مذکورہ تینوں لفظوں میں بظاہر ایک ہی سبب موجود ہے۔ یعنی وزن فعل — لیکن اس کے باوجود یہ تینوں غیر منصرف ہیں۔ کیونکہ ان پر اسمیت کا غلبہ بعد میں ہوا ہے، جبکہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے یہ وصف ہی ہیں۔

اَسْوَدُ...... ہر سیاہ چیز کو کہتے ہیں — بعد میں یہ کالے سانپ کا اسم بن گیا۔

اَرْقَمُ...... ہر چتکبری چیز کو کہتے ہیں — بعد میں چتکبرے سانپ کا اسم بن گیا۔

اَدْهَمُ...... ہر سیاہ ترین شے کو کہتے ہیں — بعد میں یہ بیڑی کا اسم بن گیا۔

اس لیے مذکورہ تینوں لفظوں میں حقیقۃً دو سبب (وزن فعل+ وصف اصلی) موجود ہیں۔البتہ اسمیت کا غلبہ عارضی ہے۔

نمبر3: اَفْعٰی ...... سانپ کا اسم ہے۔

اَجْدَلُ ...... شکرے کا اسم ہے۔

اَخْیَلُ ...... ایک پرندے کا اسم ہے۔

توضیح: مذکورہ تینوں لفظوں میں ایک سبب (وزن فعل) تو یقینی ہے — لیکن دوسرا سبب (وصفِ اصلی) غیر یقینی ہے۔کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ

اَفْعٰی ...... کے اندر خبث کا معنی ہو۔

اَجْدَلُ ...... کے اندر قوت کا معنی ہو۔

اَخْیَلُ ...... کے اندر ''تِل'' کا معنی ہو۔

ان تینوں لفظوں میں چونکہ دوسرے سبب (وصف اصلی) کا صرف احتمال ہے اور یقین نہیں ہے اس لیے ان کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے۔

(3) تانیث بالتاء تانیث بالتاء (یعنی تانیث لفظی جیسے طلحۃ) اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط عَلَمیت ہے۔

اور تانیث معنوی (جیسے زینب) کے غیر منصرف ہونے کے لیے بھی علمیت شرط ہے۔

فائدہ: تانیث بالتاء جب عَلَم ہو تو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے — تانیث معنوی جب علم ہو تو اس کو منصرف اور غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔

البتہ! تانیث معنوی کو اس وقت غیر منصرف پڑھنا واجب ہوگا، جب مندرجہ ذیل تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے۔

(1) تانیث معنوی...... عَلَم ہو اور تین حرف سے زائد ہو۔ جیسے زَیْنَبُ

(2) تانیث معنوی...... عَلَم ہو اور درمیان والا حرف متحرک ہو۔ جیسے سَقَرٌ

(3) تانیث معنوی...... عَلَم ہو اور عجمہ ہو۔ جیسے ماہ اور جور

مثالوں سے وضاحت:

ھِنْدٌ...... کو منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے (کیونکہ یہ تانیث معنوی ہے) نیز یہ عَلَم تو ہے مگر اس میں تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی۔

زَیْنَبُ...... کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے (کیونکہ پہلی شرط پائی جاتی ہے)۔

سَقَرُ...... کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے (کیونکہ دوسری شرط پائی جاتی ہے)۔

مَاہ اور جُوْر...... کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے (کیونکہ تیسری شرط پائی جاتی ہے)۔

ضابطہ : اگر تانیث معنوی کو کسی مذکر کا عَلَم بنا دیا جائے تو اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ تین حرفوں سے زائد ہو۔

مثالیں : اگر کسی آدمی کا نام قَدَمٌ رکھ دیا جائے تو لفظ قَدَمٌ منصرف ہوگا (کیونکہ یہ مؤنث معنوی ہے اور تین حرفوں سے زائد نہیں ہے)۔

اور اگر کسی آدمی کا نام عَقْرَبُ رکھ دیا جائے تو یہ غیر منصرف ہوگا (کیونکہ یہ مؤنث معنوی ہے اور تین حرفوں سے زائد ہے)۔

(4) معرفہ اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ یہ عَلَمْ ہو۔ جیسے زَیْنَبُ

(5) عجمہ اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ یہ عجمی (غیر عربی) زبان میں عَلَمْ ہو — نیز اس کا درمیان والا حرف متحرک... یا... تین حرفوں سے زائد ہو۔

مثالیں: نُوْحٌ منصرف ہے (کیونکہ یہ عجمی زبان میں عَلَمْ تو ہے مگر درمیان والا حرف متحرک نہیں ہے)۔

شَتَرُ غیر منصرف ہے (کیونکہ یہ عجمی زبان میں عَلَمْ بھی ہے اور درمیان والا حرف متحرک بھی ہے)۔

اِبْرَاهِیْمُ غیر منصرف ہے(کیونکہ یہ عجمی زبان میں عَلَمْ بھی ہے اور تین حرفوں سے زائد بھی ہے)۔

(6) جمع اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ یہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور اس کے آخر میں ''ھاء'' بھی نہ ہو۔

مثالیں: مَسَاجِدُ اور مَصَابِیْحُ (یہ دونوں غیر منصرف ہیں کیونکہ جمع ہیں اور منتہی الجموع کے وزن پر ہیں)۔

اور فَرَازِنَۃُ منصرف ہے(کیونکہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر تو ہے مگر اس کے آخر میں ھاء ہے)۔

سوال: لفظ حَضَاجِرُ جو کہ ''بجو'' کا علم ہے — اس میں صرف ایک سبب علمیت پایا جاتا ہے — اگر جمع کو دوسرا سبب قرار دیا جائے تو وہ غلط ہے کیونکہ یہ اسم جنس ہے، ایک بجو ہو یا زیادہ اس پر حضاجر کا اطلاق ہوتا ہے — پھر اس کو تم غیر منصرف کیوں پڑھتے ہو؟

جواب: حَضَاجِرُ کو غیر منصرف اس لیے پڑھتے ہیں کہ یہ درحقیقت **حضجو** کی جمع تھا پھر اس کو جمعیت سے نقل کر کے اسم جنس بنا دیا گیا۔ (اور جمع دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے)

نوٹ: سَرَاوِیْلُ کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے —

اگر سَرَاوِیْلُ کو **غیر منصرف** پڑھا جائے اور اکثر ایسے ہی پڑھا جاتا ہے ......تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بھی جمع نہیں ہے پھر اسے غیر منصرف کیوں پڑھتے ہیں؟

— علماء نحو نے اس کی دو وجوہات بیان کی ہیں:

نمبر ا۔ یہ عجمی لفظ ہے، اس کو اس کے ہم وزن عربی الفاظ **اناعیم** اور **مصابیح** وغیرہ پر محمول کر کے غیر منصرف پڑھتے ہیں — یعنی چونکہ مذکورہ الفاظ میں جمعیت پائی جاتی ہے اور یہ ان کے ہم وزن ہے لہٰذا اس کو بھی جمع کا حکم دے دیا گیا۔

نمبر۲۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ عجمی نہیں، عربی لفظ ہے۔ اور اس کو سِرْوَالَۃٌ کی جمع فرض کرلیا گیا ہے۔ (اور جمع دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے)

اور اگر سَرَاوِیْلُ کو **منصرف** پڑھا جائے تو اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضاجر کو غیر منصرف اس لیے پڑھتے ہیں کہ وہ درحقیقت جمع تھا اور سراویل کو غیر منصرف اس لیے پڑھتے ہیں کہ وہ مفروض جمع ہے۔

فائدہ : ہر وہ لفظ جو ''جَوَارٍ'' کی طرح ہو، یعنی ناقص کی جمع ہو اور فَوَاعِلُ کے وزن پر ہو جیسے دَوَاعٍ، جَوَارٍ — حالتِ رفع اور حالتِ جر میں اس کا اعراب قَاضٍ کی طرح ہوگا۔ جیسے هُنَّ جَوَارٍ اور مَرَرْتُ بِجَوَارٍ — (جبکہ حالت نصب میں فتحہ لفظی ہوگا جیسے رَأَیْتُ جَوَارِيَ)

(7) ترکیب (دو اسموں کو یکجا کر دینا)

اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط عَلَمیت ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ یہ **ترکیب** ترکیبِ اضافی بھی نہ ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اور ترکیب اسنادی بھی نہ ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ — بلکہ یہ **ترکیب** ترکیب منع صرف ہو جیسے بَعْلَبَکُّ (یہ بَعْلُ اور بَکُ سے مرکب ہے)

اس میں دو سبب علمیت اور ترکیب پائے جاتے ہیں اس لیے یہ غیر منصرف ہے۔

(8) الف و نون (زائدتان)

(الف) اگر یہ دونوں کسی اسم میں ہوں تو اس اسم کے غیر منصرف ہونے کی شرط ''علمیت'' ہے۔ جیسے عمران —

(ب) اگر یہ دونوں کسی صفت میں ہوں تو اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مؤنث **فَعْلَانَۃٌ** کے وزن پر نہ ہو۔ جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس شعر غیر منصرف ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس کی مؤنث **فَعْلیٰ** کے وزن پر ہو ــــ

یہی وجہ ہے کہ علماء نحو کا **رَحمان** کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ جبکہ ندمان کے منصرف ہونے اور سکران کے غیر منصرف ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وضاحت: ﴾۱﴿ **نَدْمَانٌ منصرف** ہے کیونکہ اس کی مؤنث **نَدْمَانَۃٌ** آتی ہے۔ اور **فَعْلیٰ** کے وزن پر نہیں آتی (لہٰذا دونوں طرح کی شرطیں معدوم ہوگئیں کہ ندمان کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر ہے اور فعلیٰ کے وزن پر نہیں ہے)۔

﴾۲﴿ **سَکْرَانُ غیر منصرف** ہے کیونکہ اس کی مؤنث **سَکْریٰ** آتی ہے اور **فَعْلَانَۃٌ** کے وزن پر نہیں آتی (لہٰذا دونوں طرح کی شرطیں موجود ہوگئیں)۔

﴾۳﴿ **رَحْمَان** کے بارے میں اختلاف ہے (کیونکہ اس کی مؤنث آتی ہی نہیں ہے)

لہٰذا جو علماء کہتے ہیں کہ ''مؤنث **فَعْلَانَۃٌ** نہ ہو تب غیر منصرف ہوگا'' ان کے نزدیک رحمان **غیر منصرف** ہے ــــ اور جو کہتے ہیں ''مؤنث **فَعْلیٰ** ہو تب غیر منصرف ہوگا'' ان کے نزدیک رحمان **منصرف** ہے۔

(9) وزنِ فعل اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ **وزن فعل**، فعل کے ساتھ خاص ہو (اور فعل سے ...اسم کی طرف نقل ہو کر آیا ہو) جیسے **شَمَّرَ** اور **ضُرِبَ** ــــ یہ دونوں فعل کے اوزان ہیں مگر، **شَمَّرَ** ایک گھوڑے کا **علم** رکھ دیا گیا اور **ضُرِبَ** بھی کسی آدمی کا **علم** رکھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں الفاظ **علم** ہونے کی صورت میں غیر منصرف ہوں گے۔

اوراگروہ **وزن فعل** ،فعل کے ساتھ خاص نہ ہولیکن اس کے شروع میں حروف اتین (الف، تاء، یاء، نون) میں سے کوئی حرف آیا ہو جیسا کہ فعل مضارع کے شروع میں آیا کرتا ہے۔ نیز اس کے آخر میں تاء بھی نہ آتی ہو —— تو اس وزنِ فعل کو بھی غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

مثالوں سے وضاحت: (جبکہ **وزن فعل** فعل کے ساتھ خاص نہ ہو)

﴿۱﴾ **اَحۡمَرُ غیر منصرف** ہے کیونکہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے الف ہے اور اس کے آخر میں تاء بھی نہیں آتی ہے۔

﴿۲﴾ **یَعۡمَلُ منصرف** ہے کیونکہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے "یاء" تو موجود ہے مگر اس کے آخر میں "تاء" آتی ہے جیسے **نَاقَةٌ یَّعۡمَلَةٌ** ۔

غیر منصرف کے منصرف بننے کا ضابطہ

غیر منصرف کے بعض اسباب (معرفہ..تانیث لفظی ومعنوی..عجمہ..ترکیب..الف و نون زائدتان) ایسے ہیں جن میں **علمیت** "بطور سبب" اور "بطور شرط" دونوں طرح سے مؤثر ہوتی ہے — اگر ان کو نکرہ بنادیا جائے تو یہ **منصرف** ہو جائیں گے — کیونکہ **علمیت** جس لفظ میں شرط بن کر آتی ہے، جب اس کو نکرہ بنائیں گے تو علمیت بھی ختم ہو جائے گی اور ساتھ ہی دوسرا سبب بھی ختم ہو جائے گا۔ (وجہ یہ ہے کہ علمیت بذات خود سبب بھی ہوتی ہے اور دوسرے سبب کے لیے شرط بھی — لہٰذا جب **علمیت** ختم ہوئی تو اذافات الشرط فات المشروط کے تحت دوسرا سبب بھی ختم ہو گیا۔ **جب دونوں سبب ختم ہوگئے تو لفظ منصرف ہو گیا۔**)

البتہ — غیر منصرف کے دو سبب (عدل اور وزن فعل) ایسے ہیں جو "اپنے اوزان کے مختلف ہونے کی وجہ سے" ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ دونوں بیک وقت ایک اسم میں جمع

نہیں ہوسکتے اور علمیت ان میں سے ہر ایک میں سبب تو بنتی ہے مگر شرط نہیں ــــ

نتیجہ یہ نکلا کہ **علمیت** جب **عدل** اور **وزن فعل** میں سے کسی ایک کے ساتھ جمع ہوگی اور اس لفظ کو نکرہ بنا دیا جائے گا تو نکرہ بنا دینے کی وجہ سے **علمیت** ختم ہو جائے گی اور عدل یا وزن فعل اس لفظ میں تنہا رہ جائیں گے۔

یعنی علمیت ختم ہونے کے بعد اس لفظ میں صرف ایک سبب باقی رہ جائے گا ــــ عدل ... یا ... وزن فعل ــــ اور ایک سبب کی بناء پر کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ لفظ منصرف ہو جائے گا۔

خلاصۂ کلام: عَلَمیت بعض الفاظ میں شرط ہو کر سبب بنتی ہے اور بعض میں صرف سبب بنتی ہے مگر شرط نہیں۔ جب ایسے الفاظ کو نکرہ بنایا جاتا ہے تو پہلی صورت میں دونوں سبب ختم ہو جاتے ہیں اور دوسری صورت میں ایک سبب ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ الفاظ منصرف ہو جاتے ہیں۔

سیبویہ اور اخفش کا اختلاف

سیبویہ نے اخفش کی **احمر** سے جیسے الفاظ میں مخالفت کی ہے ''جبکہ احمر کسی کا **علم** ہو اور پھر اس کو نکرہ بنا دیا جائے'' تو سیبویہ تنکیر کے بعد وصف اصلی (اور وزن فعل) کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو غیر منصرف قرار دیتے ہیں (کیونکہ ان کے نزدیک تنکیر کے بعد احمر کی وصفیت واپس لوٹ آئے گی جبکہ اخفش اور جمہور کے نزدیک تنکیر کے بعد اس کی وصفیت واپس نہیں آئے گی)۔

پھر سیبویہ پر یہ اعتراض کرنا درست نہیں کہ وہ **حاتم** جیسے الفاظ کو بھی غیر منصرف قرار دے (جس کے لفظی معنی مضبوط کرنے کے ہیں) اور اس میں وصفیت و علمیت کا اعتبار کرے ــــ یہ اعتراض اس لیے درست نہیں کہ اس طرح ایک ہی حکم

میں دو متضاد چیزوں (وصفیت وعلمیت) کا اکٹھے اعتبار کرنا لازم آتا ہے (جبکہ احمر میں وصفیت اور وزن فعل کا اعتبار کیا گیا تھا نہ کہ وصفیت وعلمیت کا)۔

غیر منصرف پر کسرہ آنے کی صورت

جب غیر منصرف پر ''الف لام'' آجائے یا وہ ''مضاف'' ہو جائے تو اس پر کسرہ لایا جاسکتا ہے۔

مثال: جیسے یَقِلُّ الْمَاءُ بِالصَّحْرَاءِ... اس میں صحراء (غیر منصرف) پر الف لام کے سبب کسرہ لایا گیا ہے — اسی طرح سُرِرْتُ مِنْ عَصَافِیرِ الْحَدِیْقَةِ میں عصافیر (غیر منصرف) پر مضاف ہونے کے سبب کسرہ لایا گیا ہے۔

المرفوعات

مرفوع کی تعریف هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِیَّةِ۔

مرفوع وہ ہوتا ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو۔ (جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں ''دال'' کا ضمہ فاعلیت کی علامت ہے)۔

(۱) فاعل هُوَ مَا اُسْنِدَ اِلَیْهِ الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ وَقُدِّمَ عَلَیْهِ عَلٰی جِهَةِ قِیَامِهٖ بِهٖ

فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کو مسند کیا جائے۔ اور وہ فعل یا شبہ فعل، فاعل پر مقدم ہو۔ اس طور پر کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس فاعل کے ساتھ قائم ہو۔ جیسے...

(۱) قَامَ زَیْدٌ [یہ فعل (قَامَ) کے ساتھ فاعل (زَیْدٌ) کی مثال ہے]۔

(۲) زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ [یہ شبہ فعل (قَائِمٌ) کے ساتھ فاعل (اَبُوْهُ) کی مثال ہے]۔

ضابطہ: قاعدہ یہ ہے کہ فاعل، فعل کے ساتھ متصل ہونا چاہیے۔ جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ (اگر کہیں فاعل فعل کے ساتھ بظاہر متصل نہ ہو تو حقیقۃً وہ متصل ہوتا ہے)۔

تفریع :اسی لیے ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ پڑھنا جائز ہے۔اس میں اگرچہ فعل اور فاعل کے درمیان غلامه کا فاصلہ آ گیا ہے مگر قاعدے کے لحاظ سے فاعل رتبۃً مقدم ہوتا ہے۔لہٰذا یہ مثال درست ہے — غُلَامَہ کی ضمیر ''زید'' کی طرف لوٹ رہی ہے یہ اضمار قبل الذکر لفظاً تو ہے مگر رتبۃً نہیں ہے کیونکہ قاعدے کے مطابق فاعل (زید) رتبۃً مقدم ہے اور یہ اضمار قبل الذکر جائز ہے——اور ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا پڑھنا ممتنع ہے— کیونکہ یہاں زیدًا مفعول بن رہا ہے اور قاعدے کے مطابق مفعول، فعل کے ساتھ متصل نہیں ہوتا لہٰذا غُلَامُهٗ کی ضمیر زید کی طرف نہیں لوٹ سکتی۔کیونکہ یہ لفظاً اور رتبۃً دونوں طرح سے اضمار قبل الذکر ہے جو ناجائز ہے۔

جن مقامات پر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ھے

﴿۱﴾ جب فاعل اور مفعول میں لفظی اعراب نہ ہو۔نیز ایسا کوئی قرینہ بھی نہ ہو جس سے فاعل اور مفعول میں فرق کیا جا سکے۔ جیسے ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی ۔

﴿۲﴾ جب فاعل ایسی ضمیر ہو جو فعل کے ساتھ متصل ہو۔جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا۔

﴿۳﴾ جب فاعل کا مفعول اِلَّا کے بعد واقع ہو۔جیسے مَاضَرَبَ زَیْدٌ اِلَّا عَمْرًوا (زید نے عمرو ہی کو مارا ہے)

﴿۴﴾ فاعل کا مفعول ''معنیٰ اِلَّا'' (حصر) کے بعد واقع ہو۔جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا (بیشک زید نے عمرو ہی کو مارا ہے)۔

نمبر۳ اور نمبر٤ کے جملوں میں فرق:

پھلا جملہ: زید نے عمرو ہی کو مارا ہے یعنی اور کسی کو نہیں مارا۔

دوسرا جملہ: بیشک زید ہی نے عمرو کو مارا ہے یعنی عمرو کو کسی اور نے نہیں مارا۔

جن مقامات پر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا واجب ھے

﴿۱﴾ جب مفعول کی ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہو۔ جیسے ضَرَبَ زَیْدًا غُلَامُہٗ

﴿۲﴾ جب فاعل اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے مَاضَرَب عَمْرُوًا اِلَّا زَیْدٌ (زید ہی نے عمرو کو مارا ہے)

﴿۳﴾ جب فاعل ''معنیٰ الا'' (حصر) کے بعد واقع ہو جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ عَمْرُوًا زَیْدٌ (بیشک زید ہی نے عمرو کو مارا ہے)

﴿۴﴾ جب مفعول کی ضمیر تو فعل کے ساتھ متصل ہو اور فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل نہ ہو جیسے ضَرَبَکَ زَیْدٌ۔

مسئلہ: کبھی قرینہ کے ہوتے ہوئے، فعل کو جوازًا حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے اگر کوئی کہے مَنْ قَامَ؟ (کون کھڑا ہوا؟) تو جواب میں کہیں گے زَیْدٌ (یعنی قَامَ زَیْدٌ)۔

اور جیسے

لِیُبْکَ یَزِیْدٌ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَۃٍ
وَ مُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِیْحُ الطَّوَائِحُ

ترجمہ: یزید پر رویا جائے۔ وہ شخص روئے جو لڑائی میں عاجز ہو اور وہ ''سائل بلا وسیلہ'' روئے جس کو مہلکات نے ہلاک کر دیا ہو۔

اس مثال میں ضَارِعٌ لِخُصُوْمَۃٍ سے پہلے یُبْکِیْہِ محذوف ہے۔

وجوبًا حذف فعل: کبھی قرینہ کے ہوتے ہوئے فعل کو وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے۔ (اس کی صورت یہ ہے کہ فعل کو حذف کر کے بعد میں دوسرا فعل لا کر اس کی تفسیر کر دی گئی ہو) جیسے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ۔ یہ اصل میں وَاِنِ اسْتَجَارَکَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ تھا۔ پہلے اِسْتَجَارَکَ کو حذف کر دیا کیونکہ دوسرا اِسْتَجَارَکَ اس کی تفسیر کر رہا ہے ورنہ مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع لازم آئے گا۔

فعل وفاعل کا اکٹھے حذف: کبھی فعل اور فاعل کو اکٹھے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کوئی کہے اَقَامَ زَیْدٌ؟ تو جواب آئے گا نَعَمْ (یہ اصل میں نَعَمْ قَامَ زَیْدٌ تھا۔ فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر دیا)۔

تنازع فعلین

جب **دو فعل** اپنے بعد آنے والے **اسم ظاھر** میں جھگڑا کریں تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

1. کبھی جھگڑا فاعلیت میں ہوتا ہے جیسے ضَرَبَنِی وَ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ
2. کبھی جھگڑا مفعولیت میں ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا
3. کبھی جھگڑا فاعلیت اور مفعولیت میں ہوتا ہے۔ جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا
4. کبھی جھگڑا مفعولیت اور فاعلیت میں ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ

حکم: بصری علماء فرماتے ہیں ایسی صورت میں فعل ثانی کو عمل دینا پسندیدہ ہے۔ **کوفی علماء** کہتے ہیں ایسی صورت میں فعل اوّل کو عمل دینا پسندیدہ ہے۔

وضاحت: اگر بصریوں کے مذھب کے مطابق فعلِ ثانی کو عمل دیں اور فعلِ اوّل، فاعل کا تقاضا کرے تو فعلِ اوّل میں فاعل کو اور ضمیر کو اسم ظاہر کے مطابق واحد تثنیہ جمع لایا جائے گا۔ جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ — ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ — ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدُوْنَ۔ یاد رہے کہ یہاں فاعل کو محذوف ماننا درست نہیں (جبکہ امام کسائی محذوف مانتے ہیں)۔

نوٹ: مذکورہ عمل جمہور کے نزدیک تو جائز ہے لیکن امام فراء کا اختلاف ہے۔ وہ فعل ثانی کو عمل دینا ناجائز سمجھتے ہیں۔

اوراگرفعلِ اوّل مفعول کا تقاضا کرے تواس میں مفعول کومحذوف تصور کیا جائے گا۔بشرطیکہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہ ہو——اوراگرکوئی حرج ہوتوفعلِ اوّل میں مفعول کوظاہرلایاجائے گا۔جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا ۔

اورمفعول کومحذوف ماننے میں کوئی حرج ہوتو مفعول کوظاہرلایا جائے گا۔ جیسے حَسِبَنِیْ وَ حَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا اس کو حَسِبَنِی مُنْطَلِقًا وَ حَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا پڑھا جائے گا۔(پہلے مُنْطَلِقًا مفعول کوظاہرکرکے) کیونکہ حَسِبَنِیْ افعال قلوب سے ہےاوراس کے مفعول کوحذف کرنا جائزنہیں ہے۔

اگر کوفیوں کے مذہب کےمطابق فعلِ اوّل کوعمل دیں توفعلِ ثانی میں فاعل کوضمیرلایاجائے گا——اورمختار مذہب کے مطابق مفعول کوبھی ضمیرلایاجائے گا۔جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ —— ضَرَبْنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدٌ ۔

اگرفعلِ ثانی میں مفعول کوضمیرلانے میں کوئی مانع آجائےتو مفعول کوظاہر لائیں گے۔جیسے حَسِبَنِیْ وَ حَسِبْتُهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا —— مُنْطَلِقًا میں جھگڑا ہوا،اس کوحَسِبَنِیْ کامفعول بنادیااور حَسِبْتُهُمَا کامفعول مُنْطَلِقَیْنِ ظاہرلائے۔ عبارت یوں بن گئی: حَسِبَنِیْ وَ حَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا ۔

سوال: امرءالقیس کاشعرہے:

؎ وَلَوْ اَنَّمَا اَسْعٰی لِاَدْنٰی مَعِیْشَةٍ
کَفَانِیْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِیْلٌ مِّنَ الْمَالِ
وَلٰکِنَّمَا اَسْعٰی لِمَجْدٍ مُؤَثَّلٍ
وَقَدْ یُدْرِکُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ اَمْثَالِیْ

کوفی علماء... بصریوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ دوسرے مصرع میں **کَفَانِیْ** اور **لَمْ اَطْلُبْ** نے **قَلِیْلٌ مِّنَ الْمَالِ** میں جھگڑا کیا۔ کفانی اس کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے اور **لَمْ اَطْلُبْ** مفعول بنانا چاہتا ہے ـــ لیکن شاعر نے **قَلِیْلٌ مِّنَ الْمَالِ** کو فعلِ اوّل کا فاعل بنایا ہے۔ لہٰذا فعل اوّل کو عمل دینا پسندیدہ ہے جبکہ تم فعل ثانی کو عمل دینا پسندیدہ سمجھتے ہو۔

جواب: **لَمْ اَطْلُبْ** ـــ **قَلِیْلٌ مِّنَ الْمَالِ** کو اپنا مفعول نہیں بنانا چاہتا۔ لہٰذا مذکورہ شعر کا تعلق تنازع فعلین سے ہے ہی نہیں کیونکہ اس طرح معنی فاسد ہو جاتا ہے اس لیے اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟ شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ

(میں مال کا طلبگار نہیں ہوں بلکہ عزت کا طلبگار ہوں) اگر میں ادنیٰ معیشت کے لیے کوشش کرتا، تو مجھے تھوڑا مال کافی ہوتا اور عزت کا طلبگار نہ ہوتا۔

لیکن میں تو پائیدار عزت کے لیے کوشش کرتا ہوں ـــ اور کبھی میرے جیسے لوگ پائیدار عزت کو پا لیتے ہیں۔

یعنی **لَمْ اَطْلُبْ** کا مفعول محذوف ہے جو کہ **اَلْعِزَّ** ہے۔

اور اگر اس کو تنازع فعلین سے بنائیں تو پھر معنی یوں ہو جائے گا (جو کہ غلط ہے)۔

اگر میں ادنیٰ معیشت کے لیے کوشش کرتا تو مجھے تھوڑا مال کافی ہوتا اور میں تھوڑا مال طلب نہ کرتا۔

یعنی شاعر کو تھوڑا مال کافی بھی ہوتا اور وہ اس کو طلب بھی نہ کرتا۔ (یہ تضاد ہے)

۲۔ مفعول مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُہٗ

كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ۔

مفعول مالم یسم فاعلہ (نائب فاعل) ہر وہ مفعول جس کے فاعل کو حذف کر دیا جائے اور اس مفعول کو فاعل کی جگہ لایا جائے (جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ ـــ زَیْدٌ مفعول کو فاعل کی جگہ لے آئے)۔

نائب فاعل کی شرط یہ ہے کہ فعل کا صیغہ فُعِلَ (ماضی مجہول) یا یُفْعَلُ (مضارع مجہول) کی طرف تبدیل کر دیا جائے۔

کون نائب فاعل نہیں بن سکتا؟

﴿۱﴾ باب عَلِمْتُ کا دوسرا مفعول نائب فاعل نہیں بن سکتا ـــ جیسے عَلِمْتُ زَیْدًا قَائِمًا۔

﴿۲﴾ اَعْلَمْتُ کے باب کا تیسرا مفعول نائب فاعل نہیں بن سکتا ـــ جیسے اَعْلَمْتُ زَیْدًا عَمْرًوا فَاضِلًا۔

﴿۳﴾ مفعول لہ نائب فاعل نہیں بن سکتا ـــ جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا۔

﴿۴﴾ مفعول معہ بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا ـــ جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ ۔

کس کو نائب فاعل بنایا جائے؟

اگر کلام میں ''مفعول بہ'' موجود ہو تو وہ ''نائب فاعل'' کے لیے متعین ہو جاتا ہے جیسے ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَا مَ الْاَمِيْرِ ضَرْبًا شَدِيْدًا فِيْ دَارِهٖ (اگرچہ اس مثال میں مفعول بہ کے ساتھ دیگر مفاعیل بھی موجود ہیں مگر) زَيْدٌ نائب فاعل کیلئے متعین ہے۔

اور اگر کلام میں مفعول بہ موجود نہ ہو تو باقی تمام مفعول، نائب فاعل بننے کے برابر حقدار ہیں۔

نوٹ: اَعْطَیْتُ کے باب میں (جہاں پہلا مفعول دوسرے مفعول کا مغایر ہو) پہلا مفعول (دوسرے مفعول کی بنسبت) نائب فاعل بننے کا زیادہ حقدار ہے۔ جیسے اَعْطَیْتُ زَیْدًا دِرْهَمًا۔

۳۔ مبتدأ ❶ هُوَ الْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ مُسْنَدًا اِلَيْهِ۔

وہ اسم جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو...اور مسند الیہ بن رہا ہو (جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ)۔

❷ هُوَ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ اَوْ اَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ رَافِعَةً لِظَاهِرٍ۔

وہ صفت جو حرف نفی یا ہمزۂ استفہام کے بعد واقع ہو اور اپنے مابعد اسمِ ظاہر کو رفع دے جیسے مَا قَائِمُ نِالزَّیْدَانِ اور اَقَائِمُ نِالزَّیْدَانِ۔

نوٹ: اگر صفت کا صیغہ بھی مفرد ہو اور اس کا مابعد اسم ظاہر بھی مفرد ہو تو دو امر جائز ہیں۔ ❶ صیغۂ صفت مبتدأ...اور اسم ظاہر قائم مقام خبر ❷ صیغۂ صفت خبر مقدم...اور اسم ظاہر مبتدأ مؤخر۔ جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ۔

٤۔ خبر هُوَ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهٖ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ۔

وہ اسم جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو...مسند ہو...اور ایسی صفت نہ ہو جو حرف نفی اور حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو کر اسم ظاہر کو رفع دے۔ جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ میں قَائِمٌ۔

قاعدہ: مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو۔

تفریع: یہی وجہ ہے کہ فِی دَارِهٖ زَیْدٌ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ مذکورہ قاعدہ کے مطابق درحقیقت زَیْدٌ (مبتدأ) مقدم ہے۔ اس لیے فِیْ دَارِهٖ کی..."هٖ" ضمیر کا اس کی طرف لوٹنا اِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ لفظاً تو ہے مگر رتبۃً نہیں ہے۔ (وَلَا حَرَجَ فِيْهِ)

اور صَاحِبُهَا فِی الدَّارِ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ صَاحِبُهَا کی "ھا" ضمیر اپنے مابعد "اَلدَّارِ" کی طرف لوٹ رہی ہے جو لفظاً اور رتبۃً اِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ

ہے۔(وھٰذا مَمْنُوْعٌ)

قاعدہ: مبتدأ کو معرفہ ہونا چاہیے ـــــ لیکن کبھی مبتدأ نکرہ بھی ہوتا ہے، اس وقت جبکہ مبتدأ میں کسی قسم کی تخصیص آ جائے۔(کیونکہ مبتدأ محکوم علیہ ہوتا ہے اور بغیر تخصیص کے اس کا محکوم علیہ بننا درست نہیں ہے۔)

مثالیں:

﴾۱﴿ **وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُشْرِكٍ** ـــ **عبد** نکرہ مبتدأ ہے۔اس کی تخصیص غیر مؤمن کے اعتبار سے ہے۔

﴾۲﴿ **اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَءَةٌ** ـــ **رَجُلٌ** اور **اِمْرَءَةٌ** دونوں نکرہ مبتدأ ہیں۔اس کی تخصیص ''علم باحدھما'' کے اعتبار سے ہے۔

﴾۳﴿ **مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ** ـــ اس میں **اَحَدٌ** نکرہ مبتدأ ہے۔اس میں تخصیص مخاطب کے اعتبار سے ہے کہ وہی سب سے بہتر ہے۔

﴾۴﴿ **شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ** ـــ اس میں ''**شَرٌّ**'' نکرہ مبتدأ ہے۔اس میں تخصیص **شَرٌّ** کی تنوین تعظیمی کی وجہ سے ہے، اصل عبارت یوں ہوگی **شَرٌّ عَظِيْمٌ اَهَرَّ ذَانَابٍ** ۔ یا اس میں تخصیص فاعل جیسی ہے کیونکہ فاعل کی تخصیص ذکر فعل سے ہوتی ہے (جب **قَامَ زَيْدٌ** میں **قَامَ** کہہ کر **زَيْدٌ** کا لفظ بولا تو اس کو فعل کے ساتھ خاص کر دیا)۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی **مَا اَهَرَّ ذَانَابٍ اِلَّا شَرٌّ** ـــ **شَرٌّ** ... **اَهَرَّ** کے فاعل (ھو ضمیر) سے بدل ہے۔لہٰذا یہ فاعل کے حکم میں ہے ـــ اور یہاں تخصیص فاعل کے اعتبار سے ہے۔

﴾۵﴿ **فِی الدَّارِ رَجُلٌ** ـــ اس میں **رَجُلٌ** نکرہ مبتدأ (مؤخر) ہے۔اس میں تخصیص، تقدیم خبر (مفید للحصر) کی وجہ سے ہے۔

﴾۶﴿ **سَلَامٌ عَلَيْكَ** ـــ اس میں ''**سَلَامٌ**'' نکرہ مبتدأ ہے۔اس میں تخصیص

نسبت الی المتکلم کی وجہ سے ہے (اصل عبارت یوں ہے: سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَيْكَ)۔

قاعدہ: خبر کبھی جملہ بھی ہوتی ہے جیسے زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ اور زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ۔ ایسی صورت میں خبر کے اندر ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدأ کی طرف لوٹے۔ اور کبھی ضمیر کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے اَلْبُرُّ اَلْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا (اصل میں اَلْبُرُّ اَلْكُرُّ مِنْهُ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا تھا)۔

قاعدہ: خبر جب ظرف (زمان یا مکان) واقع ہو تو اکثر علماء، اسے مقدر جملہ کے متعلق کرتے ہیں۔ جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ (یعنی زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ)۔

تقدیم مبتدأ کے وجوب کے مقامات

﴿۱﴾ جب مبتدأ ایسے لفظ پر مشتمل ہو جو صدارتِ کلام کو چاہتا ہے۔ جیسے مَنْ اَبُوْكَ؟ مثلاً حروف استفہام، قسم، تمنی، ترجی، ضمیر، لامِ ابتداء، شرط اور تعجب... صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں۔

﴿۲﴾ جب مبتدأ اور خبر دونوں معرفہ ہوں۔ جیسے زَيْدُنِ الْمُنْطَلِقُ۔

﴿۳﴾ جب مبتدأ اور خبر دونوں تخصیص میں مساوی ہوں۔ جیسے اَفْضَلُ مِنْكَ اَفْضَلُ مِنِّي۔

﴿۴﴾ جب خبر، مبتدأ کا فعل ہو جیسے زَيْدٌ قَامَ۔ (ورنہ یہ جملہ فعلیہ بن جائے گا)۔

تقدیم خبر کے وجوب کے مقامات

﴿۱﴾ جب خبر مفرد، ایسے کلمہ پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کو چاہتا ہے جیسے اَيْنَ زَيْدٌ؟

﴿۲﴾ جب خبر، مبتدأ کی تصحیح کر رہی ہو۔ یعنی مبتدأ خبر کی وجہ سے مبتدأ بن رہا ہو جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ (فِي الدَّارِ کی وجہ سے رَجُلٌ کی تخصیص ہوگئی اور اس کا مبتدأ بننا صحیح ہوگیا ورنہ نکرہ، مبتدأ نہیں بن سکتا)۔

﴿۳﴾ جب مبتدأ میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے عَلَى

التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبَدًا۔(عَلَی التَّمْرَةِ خبر مقدم ہے اور مِثْلُهَا کی ’’ھا‘‘ ضمیر تَمْرَةٌ کی طرف لوٹ رہی ہے)۔

﴿۴﴾ جب کہ خبر ’’اَنَّ‘‘ کی خبر بن رہی ہو جیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ۔ عندی خبر مقدم ہے۔ اگر اس کو بعد میں لائیں تو اَنَّ کو اِنَّ بنانا پڑے گا۔

قاعدہ: کبھی خبر ایک سے زائد بھی ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ۔

مبتدأ کی خبر پر ’’فاء‘‘ داخل ہونے کے چار مقامات

کبھی مبتدأ شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے... ایسی صورت میں خبر پر فاء کا داخل ہونا درست ہے... اور وہ چار مقام یہ ہیں:

﴿۱﴾ جب مبتدأ اسم موصول ہو اور اس کے صلہ میں فعل آئے — جیسے اَلَّذِیْ یَأْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ۔

﴿۲﴾ جب مبتدأ اسم موصول بن رہا ہو اور اس کی خبر میں ظرف آئے — جیسے اَلَّذِیْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ۔

﴿۳﴾ جب نکرہ مبتدأ ہو اور وہ (نکرہ) موصوف ہو، فعل کا — جیسے کُلُّ رَجُلٍ یَّاْ تِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ۔

﴿۴﴾ جب نکرہ مبتدأ ہو اور وہ (نکرہ) موصوف ہو، ظرف کا — جیسے کُلُّ رَجُلٍ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ۔

نوٹ: لَیْتَ اور لَعَلَّ .. خبر پر دخول فاء سے بالاتفاق مانع ہیں۔ لَعَلَّ الَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ اور لَیْتَ الَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ کہنا جائز نہیں ہے۔

بعض نحویوں نے اِنَّ مکسورہ کو بھی لَیْتَ وَلَعَلَّ کے ساتھ شامل کیا ہے (یعنی یہ بھی دخول فاء سے مانع ہے۔)

قاعدہ: کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت جوازاً مبتدأ کوحذف بھی کر دیا جاتا ہے۔جیسے چاند دیکھنے والا کہے اَلْهِلَالُ وَاللهِ (یہ اصل میں هٰـذَا الْهِلَالُ وَاللهِ تھا— قرینہ حالیہ کی وجہ سے هٰذا مبتدا کوحذف کر دیا)۔

قاعدہ: کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت خبر کو بھی جوازاً احذف کر دیا جاتا ہے جیسے خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ (یہ اصل میں خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ مَوْجُوْدٌ تھا... اِذَا جوکہ افعالِ عامہ کَوْنٌ، وُجُوْدٌ، ثُبُوْتٌ، حُصُوْلٌ پر دلالت کرتا ہے، کے قرینہ کی وجہ سے مَوْجُوْدٌ کوحذف کر دیا)۔

خبر کو وجوباً حذف کرنے کے 4 مقامات

﴿۱﴾ جب خبر کی جگہ پر اس کے غیر کا التزام کیا گیا ہو— جیسے لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا۔ (اصل میں لَوْلَا زَيْدٌ مَوْجُوْدٌ لَكَانَ كَذَا تھا۔مَوْجُوْدٌ خبر کوحذف کر دیا۔لَكَانَ كَذَا کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ورنہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آتا۔)

﴿۲﴾ جب مصدر مبتدأ بنے اور اس کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف ہو اور فاعل یا مفعول کے بعد ایک اسم واقع ہو جو اُن سے حال بن رہا ہو۔جیسے ضَرْبِيْ زَيْدٌ قَائِمًا۔ اصل میں یوں تھا ضَرْبِيْ زَيْدًا حَاصِلٌ اِذَا كَانَ قَائِمًا — حَاصِلٌ خبر کو حذف کر دیا اور پھر اِذَا كَانَ کو بھی حذف کر کے قَائِمًا کو اس کے قائم مقام کر دیا۔لہٰذا حال... خبر اور ظرف کے قائم مقام ہو گیا۔

﴿۳﴾ جب خبر، مقارنت کے معنی میں ہو اور ''واوبمعنی مع'' اس خبر پر دلالت کرے اور اس واو کے ساتھ مبتدأ پر کسی اسم کا عطف ہو۔جیسے كُلُّ رَجُلٍ وَّ ضَيْعَتُهٗ (اصل میں كُلُّ رَجُلٍ مَّقْرُوْنٌ مَعَ ضَيْعَتِهٖ تھا...مَقْرُوْنٌ خبر کوحذف کر دیا)۔

﴿۴﴾ جب مبتدأ مُقْسَمٌ بِهٖ ہو...اور خبر لفظ قسم ہو۔جیسے لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔ (اصل میں لَعَمْرُكَ قَسَمِيْ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا تھا قَسَمِيْ خبر کوحذف کر دیا)۔

۵۔ اِنَّ وغیرہ کی خبر

یہ مسند ہوتی ہے،اِنَّ، اَنَّ، کَأَنَّ، لَیْتَ، لٰکِنَّ اور لَعَلَّ میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ ۔

خبرِ اِنَّ کا حکم، خبرِ مبتدأ کے حکم کی طرح ہے ۔سوائے تقدیمِ خبر کی صورت کے، یعنی جیسے خبر کو مبتدأ پر مقدم کر سکتے ہیں ویسے اِنَّ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم نہیں کر سکتے— البتہ جب خبر ظرف ہو تو اس کو اِنَّ کے اسم پر مقدم کر سکتے ہیں— جیسے اِنَّ فِی الدَّارِ زَیْدًا۔

۶۔ لائے نفی جنس کی خبر

یہ مسند ہوتی ہے ''لا'' کے داخل ہونے کے بعد— جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِی الدَّارِ ۔اور یہ خبر اکثر اوقات حذف کر دی جاتی ہے۔جیسے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (لَا اِلٰهَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰهُ)— اور بنو تمیم تو لائے نفی جنس کی خبر کو ثابت ہی نہیں مانتے۔

۷۔ ما ولا مشبھتان بلیس کا اسم

وہ مسند الیہ ہوتا ہے۔ مَا اور لَا کے داخل ہونے کے بعد— جیسے مَا زَیْدٌ قَائِمًا — لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ — مذکورہ عمل ''لَا'' میں قلیل ہے۔

المنصوبات

منصوب کی تعریف: هُوَمَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ۔

منصوب وہ ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو۔

۱۔ مفعول مطلق:

هُوَ اِسْمُ مَافَعَلَهٗ فَاعِلُ فِعْلٍ مَّذْكُوْرٍ بِمَعْنَاهُ۔

مفعول مطلق اس مفعول کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو—اور وہ مفعول، فعل مذکور کا ہم معنی ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا۔

مفعول مطلق کی اقسام:

﴿۱﴾ کبھی مفعول مطلق تاکید کے لیے آتا ہے۔ جیسے جَلَسْتُ جُلُوْسًا (میں بیٹھا) یہاں جلوساً کے ذریعے بیٹھنے کو تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

﴿۲﴾ کبھی مفعول مطلق نوع کے لیے آتا ہے۔ جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةً (میں ایک قسم کی نشست بیٹھا)۔

﴿۳﴾ کبھی مفعول مطلق عدد کے لیے آتا ہے۔ جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً (میں ایک نشست بیٹھا)۔

ان تین قسموں میں سے پہلی قسم تثنیہ اور جمع نہیں آسکتی— جبکہ باقی دونوں قسمیں تثنیہ اور جمع آسکتی ہیں۔ جیسے جَلَسْتُ جِلْسَتَيْنِ، جَلَسْتُ جِلْسَاتٍ + جَلَسْتُ جَلْسَتَيْنِ، جَلَسْتُ جَلَسَاتٍ۔

☆ کبھی مفعول مطلق ''غیر لفظِ فعل'' سے آتا ہے جیسے قَعَدْتُّ جُلُوْسًا۔

☆ کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت مفعول مطلق کے فعل کو جوازاً حذف کردیا

جاتا ہے۔جیسے سفر سے آنے والے کو کہنا خَیْرَ مَقْدَمٍ (خوش آمدید) یہ اصل میں قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ تھا۔

مفعول مطلق کے فعل کو وجوبًا سماعًا حذف کرنے کے 7 مقامات:

۱۔ سَقْیًا ۞ سَقَاکَ اللّٰہُ سَقْیًا۔ (اللہ تعالیٰ تجھے سیراب کرے)

۲۔ رَعْیًا ۞ رَعَاکَ اللّٰہُ رَعْیًا۔ (اللہ تعالیٰ تجھ پہ کرم کرے)

۳۔ خَیْبَۃً ۞ خَابَ خَیْبَۃً۔ ناکام ونامراد ہوگیا وہ)

۴۔ جَدْعًا ۞ جَدَعَ جَدْعًا۔ (اس کا ناک کٹ گیا)

۵۔ حَمْدًا ۞ حَمِدْتُّ حَمْدًا۔ (حمد والا ہے وہ)

۶۔ شُکْرًا ۞ شَکَرْتُ شُکْرًا۔ (شکر اس کی ذات کا)

۷۔ عَجَبًا ۞ عَجِبْتُ عَجَبًا۔ (حیرت ہے)

مفعول مطلق کے فعل کو وجوبًا قیاسًا حذف کرنے کے 6 مقامات:

❶ مفعول مطلق مثبت ہو... نفی یا معنیٰ نفی کے بعد واقع ہو۔وہ (نفی یا معنیٰ نفی) ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس اسم کی خبر نہ بن سکے۔

(الف) جیسے مَا اَنْتَ اِلَّا سَیْرًا یہ اصل میں مَا اَنْتَ اِلَّا تَسِیْرُ سَیْرًا تھا۔یہاں سَیْرًا، اَنْتَ کی خبر نہیں بن سکتا۔

(ب) مَا اَنْتَ اِلَّا سَیْرًا لُبَرِیْدِ یہ اصل میں مَا اَنْتَ اِلَّا تَسِیْرُ سَیْرَ الْبَرِیْدِ تھا (پہلی مثال میں مفعول مطلق نکرہ ہے اور دوسری میں معرفہ)۔

(ج) اِنَّمَا اَنْتَ سَیْرًا ــــ یہ اصل میں اِنَّمَا اَنْتَ تَسِیْرُ سَیْرًا تھا (یہ معنیٰ نفی کی

مثال ہے)۔

❷ جب مفعول مطلق مکرر واقع ہو جیسے **زَیْدٌ سَیْرًا سَیْرًا** یہ اصل میں **زَیْدٌ یَّسِیْرُ سَیْرًا سَیْرًا** تھا۔

❸ جب مفعول مطلق پہلے جملہ کے اثر مضمون (فائدہ) کی تفصیل بیان کرنے کے لیے آئے جیسے **فَشُدُّو الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَاءً**۔[**مَنًّا** اور **فِدَاءً** مفعول مطلق ہیں— **فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ** کا پورا جملہ...... **فَشُدُّ والْوَثَاق** کا اثر (فائدہ) بیان کرر ہا ہے۔اصل میں یوں تھا **فَشُدُّو الْوَثَاقَ فَاِمَّا تَمُنُّوْنَ مَنًّا بَعْدَ شَدِّالْوَثَاقِ وَاِمَّا تَفْدُوْنَ فِدَاءً** (پس تم جنگی قیدیوں کو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو)]۔

❹ جب مفعول مطلق **تشبیہ** کیلئے واقع ہو... اس کا تعلق **افعال جوارح** سے ہو... ایسے جملہ کے بعد ہو جو مفعول مطلق کے **ھم معنی اسم** اور **صاحبِ اسم** پر مشتمل ہو۔

(الف) جیسے **مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ** (میں ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرا جس کی آواز گدھے جیسی تھی) یہاں "**صَوْتَ حِمَارٍ**" مفعول مطلق ہے... یہ (مفعول مطلق) تشبیہ کے لیے ہے... افعال جوارح میں سے ہے... جملہ (**لَهٗ صَوْتٌ**) کے بعد واقع ہے جس میں "**صَوْتٌ**" مفعول مطلق کا **ھم معنی** ہے اور "**لَهٗ**" سے مراد **صاحب اسم** (یعنی صاحبِ صوت) ہے— یہ جملہ اصل میں **مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ یَّصُوْتُ صَوْتَ حِمَارٍ** تھا۔ **یَصُوْتُ** فعل کو حذف کر دیا۔

(ب) **مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صُرَاخٌ صُرَاخَ الثُّکْلٰی** (میں اس کے پاس سے گذرا تو اس کے رونے کی آواز اس عورت کے رونے جیسی تھی جس کا بچہ مر گیا ہو)۔ یہ اصل میں **مَرَرْتُ بِهٖ**

فَاِذًا لَهٗ صُرَاخٌ يَصْرَخُ صُرَاخَ الثُّكْلٰى تھا۔ صُرَاخَ الثُّكْلٰى مفعول مطلق ہے۔ يَصْرَخُ کو حذف کردیا۔

(پہلی مثال میں صَوْتَ حِمَارٍ نکرہ...اور دوسری مثال میں صُرَاخَ الثُّكْلٰى معرفہ ہے۔)

5 جب مفعولِ مطلق ''پہلے جملہ'' کا خلاصہ ہو — اور وہ ''پہلا جملہ'' مفعولِ مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو۔ جیسے لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا۔ اِعْتِرَافًا مفعول مطلق ہے اور یہ پہلے جملہ (لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ) کا خلاصہ ہے جو کہ جملہ انشائیہ ہونے کی وجہ سے مفعول مطلق کے علاوہ کسی معنی کا احتمال نہیں رکھتا — اصل عبارت لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اَعْتَرِفُ اِعْتِرَافًا ہے۔ اَعْتَرِفُ کو حذف کردیا — اس پانچویں مقام کو **تاکید لنفسہ** کہا جاتا ہے۔

6 جب مفعول مطلق ''پہلے جملہ'' کا خلاصہ ہو اور وہ ''پہلا جملہ''، مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال بھی رکھتا ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا — حَقًّا مفعول مطلق ہے، اصل میں زَيْدٌ قَائِمٌ اُحِقُّ حَقًّا تھا۔ زَيْدٌ قَائِمٌ جملہ خبریہ ہے جو سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ اس چھٹے مقام کو **تاکید لغیرہ** کہا جاتا ہے۔

7 جب مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں ہو جیسے لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ۔

لَبَّيْكَ اصل میں اُلِبُّ لَكَ اِلْبَابَيْنِ تھا — اُلِبُّ اور لام جارہ کو حذف کردیا — اِلْبَابَيْنِ کو مجرد بنا کر ''ك'' ضمیر کی طرف مضاف کردیا، لَبَّيْكَ ہو گیا۔

سَعْدَيْكَ اصل میں اُسْعِدُكَ اِسْعَادَيْنِ تھا — اُسْعِدُ کو حذف کر دیا — اِسْعَادَيْنَ کو مجرد بنا کر ''ك'' ضمیر کی طرف مضاف کردیا، سَعْدَيْكَ ہو گیا۔

۲۔ مفعول به: هُوَ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ

مفعول بہ وہ ہے، جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا ۔

☆ مفعول بہ کبھی فعل پر مقدم بھی ہوتا ہے جیسے زَیْدًا ضَرَبْتُ ۔

☆ کبھی مفعول بہ کے فعل کو قرینہ کے پائے جانے کے وقت جوازًا حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کوئی کہے مَنْ اَضْرِبُ؟ تو جواب دیا جائے زَیْدًا۔

مفعول بہ کے فعل کو وجوبًا حذف کرنے کے 4 مقامات

سماعی: مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کا پہلا مقام: **سماعی**

(الف) اِمْرَاً وَ نَفْسَهٗ — (یہ اصل میں اُتْرُکْ اِمْرَاً وَنَفْسَهٗ تھا)۔

(ب) اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّکُمْ — (یہ اصل میں اِنْتَهُوْا مِنَ التَّثْلِیْثِ وَاقْصُدُوْا خَیْرًا لَّکُمْ تھا)۔

(ج) اَهْلًا وَّ سَهْلًا — (یہ اصل میں اَتَیْتَ اَهْلًا وَّ وَطَیْتَ سَهْلًا تھا)۔

مُنَادٰی: مفعول کے فعل کو حذف کرنے کا دوسرا مقام: **منادٰی**

وَهُوَا لْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهٗ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَّنَابَ اَدْعُوْ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا

منادٰی وہ ہے جس کی توجہ مطلوب ہو ایسے حرف کے ساتھ، جو لفظًا یا تقدیرًا ''اَدْعُوْ'' کے قائم مقام ہو۔

لفظًا جیسے یَا زَیْدُ [یہاں لفظ ''یا'' ادعو (محذوف) کے قائم مقام ہے]۔

تَقْدِیْرًا جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا [یہاں یوسف سے پہلے ''یا'' مقدر ہے جو کہ ادعو (محذوف) کے قائم مقام ہے]۔

منادٰی کا اعراب:

(الف) منادٰی مفرد معرفہ... علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے... جیسے یَا زَیْدُ، یَا رَجُلُ، یَا زَیْدَانِ، یَا زَیْدُوْنَ۔

(ب) منادٰی لام استغاثہ کے آنے سے مجرور ہو جاتا ہے۔ جیسے یَا لَزَیْدٍ۔

(ج) منادیٰ الف استغاثہ کے آنے سے مفتوح ہو جاتا ہے۔ (ایسی صورت میں منادیٰ پر لام استغاثہ کا داخلہ ممنوع ہے۔) جیسے **یَازَیْدَاہُ۔**

(د) منادیٰ مفرد معرفہ اور منادیٰ مستغاث کے علاوہ ہر منادیٰ کو نصب دیا جاتا ہے۔

جیسے **یَا عَبْدَاللّٰہِ** (یہ منادیٰ مضاف کی مثال ہے)۔

یَا طَالِعًا جَبَلًا (یہ منادیٰ مشابہ مضاف کی مثال ہے)۔ جس طرح مضاف، مضاف الیہ کے بغیر سمجھ نہیں آتا اسی طرح مشابہ مضاف اپنے مابعد اسم کے بغیر سمجھ نہیں آتا۔

یَارَجُلًا (یہ منادیٰ نکرہ غیر معینہ کی مثال ہے)۔

توابع منادیٰ :

منادیٰ مبنی کے مفرد (غیر مضاف) توابع مندرجہ ذیل ہیں:

❶ تاکید — ❷ صفت — ❸ عطف بیان — ❹ وہ معطوف بحرف، جس پر یا کا دخول ممتنع ہو (اس سے مراد معطوف معرف باللام ہے جس پر دو آلات تعریف جمع ہونے کی وجہ سے ''یا'' کا داخلہ ممتنع ہے)۔

توابع منادیٰ کا اعراب:

مذکورہ توابع ''لفظ منادیٰ'' (مرفوع) کی بناء پر **مرفوع** بھی پڑھے جاسکتے ہیں اور ''محلِ منادیٰ'' (منصوب) کی بناء پر **منصوب** بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔ جیسے **یَازَیْدُنِ الْعَاقِلُ** — اور **یَا زَیْدُنِ الْعَاقِلَ** (یہاں العاقل توابع منادیٰ میں سے ہے کیونکہ زید کی صفت ہے۔ اسے مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں — مرفوع اس لیے کہ لفظ زید مرفوع ہے۔ منصوب اس لیے کہ زید محل نصب میں ہے)۔

☆ خلیل نحوی تابع معطوف ہونے کی صورت میں رفع کو پسند کرتا ہے —— جبکہ ابو عمرو نحوی نصب کو پسند کرتا ہے — جیسے **یَازَیْدُ وَ عَمْرٌو وَ عَمْرًوا**۔ اس مثال میں

''عمرو'' معطوف ہے۔ خلیل نحوی کے نزدیک اس پر ''رفع'' پسندیدہ ہے۔ ابوعمرو نحوی کے نزدیک اس پر نصب پسندیدہ ہے۔ اور ابوالعباس نحوی کے نزدیک اگر وہ معطوف الحسن کی طرح ہے یعنی اس پر الف لام کا دخول وعدم دخول دونوں جائز ہوں، تو خلیل نحوی کی طرح وہ رفع پسند کرتا ہے— اور اگر الف لام کا دخول ضروری ہے تو پھر ابوعمرو کی طرح وہ نصب کو پسند کرتا ہے۔

☆ جب مذکورہ توابع مضاف ہو رہے ہوں تو منصوب ہوں گے۔

☆ بدل اور معطوف (غیر معرف باللام) ان کا حکم مطلقاً مستقل منادٰی کی طرح ہے۔ جیسے یَازَیْدُ وَ عَمْرُو، یَا زَیْدُ اَخَابَکْرٍ —— یَا عَبْدَاللّٰہِ عَمْرُو، یَا عَبْدَاللّٰہِ اَخَابَکْرٍ۔

☆ منادٰی عَلَم— جب اِبْنٌ یا اِبْنَۃٌ کے ساتھ موصوف ہو— اور وہ اِبْنٌ یا اِبْنَۃٌ دوسرے عَلَم کی طرف مضاف ہوں، تو منادٰی کو مفتوح پڑھنا مختار ہے۔ جیسے یَازَیْدَ ابْنَ عَمْرٍو اور یَاھِنْدَبِنْتَ بَکْرٍ۔

☆ جب معرف باللام منادٰی ہو تو اَیُّھَا... ھٰذَا... یا ... اَیُّھٰذَا کا فاصلہ ضروری ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے یَا اَیُّھَا الرَّجُلُ، یَا ھٰذَا الرَّجُلُ، یَا اَیُّھٰذَا الرَّجُلُ — علماءِ نحو نے ان مثالوں میں اَلرَّجُلُ کے رفع کو لازمی قرار دیا ہے کیونکہ مقصود بالنداء ''اَلرَّجُلُ'' ہی ہے — نیز اَلرَّجُلُ کے توابع کے رفع کو بھی لازمی قرار دیا ہے کیونکہ وہ معرب (الرجل) کے توابع ہیں۔

☆ علماء نے ''یَا اَللّٰہُ'' میں خصوصی طور پر اَیُّھَا وغیرہ کے فاصلہ کے بغیر پڑھنے کی اجازت دی ہے (کیونکہ یہاں الف لام جزوِ کلمہ کی مانند ہو گیا ہے)۔

☆ جب منادٰی دو مرتبہ آئے اور دوسرا منادٰی مضاف بھی ہو— تو پہلے منادٰی پر ضمہ و

نصب دونوں جائز ہیں جیسے یَا تَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ + یَا تَیْمَ تَیْمَ عَدِیٍّ ۔

☆ جب منادٰی، یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس میں چار طریقے جائز ہیں۔ یَا غُلَامِیْ ـــ یَا غُلَامِیَ ـــ یَا غُلَامِ ـــ یَا غُلَامَا ـــ اور وقف کی حالت میں ھاء کے ساتھ یَا غُلَامِیَہْ ـــ یَا غُلَامِیَہْ ـــ یَا غُلَامِہْ اور یَا غُلَامَاہْ پڑھنا بھی جائز ہے۔

☆ عرب لوگ یَا اَبِیْ ـــ یَا اُمِّیْ ـــ یَا اَبَتِ ـــ یَا اَبَتَ ـــ یَا اُمَّتِ ـــ یَا اُمَّتَ اور الف لگا کر یَا اَبَتَا ـــ یَا اُمَّتَا پڑھا کرتے ہیں ـــ البتہ یاء لگا کر یَا اَبَتِیْ اور یَا اُمَّتِیْ نہیں پڑھ سکتے۔

☆ یَا اِبْنَ اُمِّ ۔ یَا بْنَ عَمِّ خاص طور پر یَا غُلَامِیْ کے باب کی طرح ہیں یعنی ان میں بھی یَا غُلَامِیْ کی طرح چار وجہیں جائز ہیں۔ یَابْنَ اُمِّی + یَابْنَ عَمِّی ـــ یَابْنَ اُمِّیَ + یَابْنَ عَمِّیَ ـــ یَابْنَ اُمِّ + یَا بْنَ عَمِّ ـــ یَابْنَ اُمَّا + یَابْنَ عَمَّا ـــ نیز علماء نے مزید ایک طریقہ یہ بھی بیان کیا ہے ـــ یَابْنَ اُمَّ + یَابْنَ عَمَّ ۔

☆ منادٰی میں مطلقاً ترخیم جائز ہے ـــ اور غیر منادٰی میں ضرورت شعری کی وجہ سے ترخیم جائز ہے۔

ترخیم المنادٰی: هُوَ حَذْفٌ فِیْ آخِرِہٖ تَخْفِیْفًا ـــ

ترخیم، منادٰی کے آخر سے تخفیفاً کوئی حرف حذف کرنے کو کہتے ہیں۔

ترخیم منادٰی کی پانچ شرطیں (تین عدمی، دو وجودی):

اگر عدمی شرطیں ہوں گی تو ترخیم ناجائز ہے اور اگر وجودی شرطیں ہوں گی تو ترخیم جائز ہے۔

﴿۱﴾ منادٰی... مضاف نہ ہو (مثلاً یَا غُلَامَ زَیْدٍ)

﴿۲﴾ منادٰی... مستغاث نہ ہو (مثلاً یَازَیْدَاہُ)

﴿۳﴾ منادٰی... جملہ نہ ہو (مثلاً یَا تَابَّطَ شَرًّا)

﴿۴﴾ منادٰی... علم ہواور تین حرف سے زائد ہو (مثلاً یَا عُثْمَانُ)

﴿۵﴾ منادٰی... تاء تانیث کے ساتھ علم ہو۔ (مثلاً یَاشَاۃُ میں یَاشَا)

حذف حروف کی تعداد:

❶ (الف) اگر منادٰی کے آخر میں دو زائد حرف ہوں اور ایک حرف کے حکم میں ہوں (تو دو حرف اکٹھے حذف کیے جائیں گے)۔ جیسے اَسْمَاء اور مَرْوَ اُن میں یَااَسْمَ، یَا مَرْوَ۔

(ب) منادٰی کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے مدہ ہو— نیز یہ کہ وہ منادٰی چار سے زائد حرفوں پر مشتمل ہو (تو دونوں حروف اکٹھے حذف کردیئے جائیں گے)۔ جیسے یَا مَنْصُوْرُ سے یَا مَنْصُ، یَا عَمَّارُ سے یَا عَمَّ، یَا اِدْرِیْسَ سے یَا اِدْرِ۔

❷ اگر منادٰی مرکب (غیر اضافی واسنادی) ہو تو آخری اسم کو حذف کردیں گے۔ جیسے یَا بَعْلَبَکَّ سے یَابَعْلُ۔

❸ اگر منادٰی ... مذکورہ دونوں قسموں کے علاوہ ہو تو آخری حرف کو حذف کرتے ہیں جیسے یَاحَارِثُ سے یَاحَارُ۔

اعراب، منادٰی مرخم:

اکثر علماء کے نزدیک لفظِ محذوف، لفظِ ثابت کے حکم میں ہے۔ یعنی سابقہ اعراب برقرار رہے گا جیسے یَا حَارِثُ سے یَاحَارِ— یَا ثَمُوْدُ سے یَا ثَمُوْ— یَا کَرْوَانُ سے یَا کَرْوَ۔

بعض علماء کے نزدیک منادٰی مرخم، مستقل اسم کے حکم میں ہوتا ہے یعنی یَـاحَـارُ، یَا ثَمِیُ، یَا کَرَا پڑھیں گے (ثمی میں واؤ کو ایک طرف واقع ہونے کے سبب، یاء

ماقبل مکسور سے بدل دیا اور کرامیں الف سے)۔

☆ عرب حرف نداء کو (مناڈی کے علاوہ) مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

مندوب: وہ ہے جس پر یَـا ...یا...وَا کے ذریعے دردمندی کا اظہار کیا جائے

——جبکہ "وَا" مندوب کے ساتھ خاص ہے۔(مناڈی میں استعمال نہیں ہوتا)۔

☆ معرب ومبنی ہونے میں مندوب کا حکم، مناڈی کے حکم کی طرح ہے (یعنی مفرد معرفہ، علامت رفع پر مبنی ہوگا— مضاف اور مشابہ مضاف، منصوب ہوں گے)۔

☆ مندوب کے آخر میں الف کا اضافہ بھی جائز ہے۔جیسے وَازَیْدَا — اگر الف کے اضافہ سے التباس کا خوف ہو (تو الف کا اضافہ درست نہیں ہے) جیسے وَاغُلَامَکِیْهِ وَاغُلَامَکُمُوْہُ —(الف کا اضافہ کرنے سے بالترتیب واحد مذکر حاضر اور تثنیہ مذکر حاضر سے التباس لازم آتا ہے)۔

☆ مندوب میں "ھاء" کا اضافہ بھی جائز ہے۔جیسے وَازَیْدَہْ - وَاغُلَامَکِیَہْ - وَاغُلَامَکُمُوْہُ ۔

☆ ندبہ، صرف معروف شخص کے لیے کیا جائے گا لہٰذا وَارَجُلَاہْ کہنا درست نہیں ہے ورنہ یہ ایک مذاق بن جائے گا۔

☆ صفت کے آخر میں الف کا اضافہ کر کے وَازَیْدُ الطَّوِیْلَاہْ کہنا ممنوع ہے۔البتہ یونس نحوی کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔

☆ حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے (البتہ اسم جنس، اسم اشارہ، مستغاث اور مندوب سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں)۔جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا— اور اَیُّهَا الرَّجُلُ ۔

☆ اَصْبِحْ لَیْلُ (یَالَیْلُ) اِفْتَدِ مَخْنُوْقُ (یَا مَخْنُوْقُ) اَطْرِقْ کَرَا (یَا کَرَا) ان مثالوں میں لیل، مخنوق اور کرا سے "یا" حرف نداء کو حذف کر دیا حالانکہ یہ اسم

جنس ہیں— یہ تینوں شاذ ہیں۔

☆ قیامِ قرینہ کے وقت جوازاً منادٰی کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے اَ لَا یَا اُسْجُدُوْا یہ اصل میں اَ لَا یَاقَوْمِ اُسْجُدُوْا تھا۔(**قرینہ**: حرفِ نداء ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے مگر یہاں فعل پر آ گیا، معلوم ہوا کہ منادٰی محذوف ہے)۔

مفعول بہٖ کے فعل کو حذف کرنے کا تیسرا مقام: مَا أُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ:

هُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهُ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهُ مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهُ لَنَصَبَهُ۔

مَا اُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ سے مراد "ہر وہ **اسم** ہے جس کے بعد **فعل یا شبہ فعل** ہو— وہ (فعل یا شبہ فعل) اس اسم میں عمل سے **اعراض** کرنے والا ہو— کیونکہ وہ (فعل یا شبہ فعل) اس اسم کی **ضمیر** یا اس کے **متعلق** میں عمل کر رہا ہوتا ہے— اگر **فعل**، **شبہ فعل** یا اس کے **مناسب** کو اس اسم پر داخل کیا جائے تو وہ اس کو **نصب** دے دیتا ہے۔"

مثالیں:

❶ زَيْدًا ضَرَبْتُهُ :-اس مثال میں ضَرَبْتُ (**فعل**) زَيْدًا (**اسم**) میں عمل سے **اعراض** کر رہا ہے کیونکہ وہ زَيْدًا کی **ضمیر** "هُ" میں عمل کر رہا ہے۔اگر ضَرَبْتُ (**فعل**) کو زید پر داخل کریں اور یوں پڑھیں: ضَرَبْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُهُ تو وہ زید کو مفعول ہونے کی بناء پر **نصب** دے گا۔لیکن مَا اُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ کی بناء پر وہ زید کو پہلے ضَرَبْتُ کو حذف کر دیا کیونکہ دوسرا ضَرَبْتُ اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

❷ زَیْدًا مُرَرْتُ بِہٖ:-اس مثال میں مَرَرْتُ (**فعل**) زَیْدًا (**اسم**) میں عمل سے **اعراض** کرر ہا ہے۔کیونکہ وہ زَیْدًا کی **ضمیر** ''بِہٖ'' میں عمل کرر ہا ہے۔اگر مَرَرْتُ کے **مناسب** جَاوَزْتُ کو زید پر داخل کریں اور یوں پڑھیں: جَاوَزْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِہٖ تو یہ (جَاوَزْتُ) اس (زید) کو نصب دے گا۔لیکن مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ کی بناء پر جَاوَزْتُ کو حذف کر دیا۔کیونکہ مَرَرْتُ اس کی تفسیر کرر ہا ہے۔

❸ زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ :-اس مثال میں ضَرَبْتُ (**فعل**) زَیْدًا (**اسم**) میں عمل سے **اعراض** کرر ہا ہے کیونکہ وہ **زید** کے **متعلق** ''غلام'' میں عمل کرر ہا ہے۔ اگر ضَرَبْتُ کے **مناسب** اَھَنْتُ کو زید پر داخل کریں اور یوں پڑھیں: اَھَنْتُ زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ تو یہ (اَھَنْتُ) اس (زید) کو نصب دے گا۔لیکن مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ کی بناء پر اَھَنْتُ کو حذف کر دیا ۔کیونکہ ضَرَبْتُ اس کی تفسیر کرر ہا ہے۔

❹ زَیْدًا حُبِسْتُ عَلَیْہِ:- اس مثال میں حُبِسْتُ (**فعل**) زَیْدًا (**اسم**) میں عمل سے **اعراض** کرر ہا ہے کیونکہ وہ زَیْدًا کی ضمیر ''علیہ'' میں عمل کرر ہا ہے۔اگر حُبِسْتُ کے **مناسب** لَا بَسْتُ کو زید پر داخل کریں اور یوں پڑھیں: لَا بَسْتُ زَیْدًا حُبِسْتُ عَلَیْہِ تو یہ (لَا بَسْتُ) اس (زید) کو نصب دے گا۔لیکن مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ کی بناء پر لَا بَسْتُ کو حذف کر دیا۔کیونکہ حُبِسْتُ اس کی تفسیر کرر ہا ہے۔

خلاصہ: ان سب مثالوں میں زَیْدًا منصوب ہے کیونکہ زَیْدًا سے پہلے فعل پوشیدہ ہے جس کی تفسیر زَیْدًا کے بعد والا فعل کرر ہا ہے۔

پوشیدہ فعل بالترتیب درج ذیل ہیں:

(۱)ضَرَبْتُ (۲)جَاوَزْتُ (۳)اَهَنْتُ (۴)لَا بَسْتُ ۔

مَا أُضمر عامله پر رفع کے مختار ہونے کی صورتیں:

پہلی صورت: مذکورہ مثالوں اوران کی ہم مثل صورتوں میں زَیْدًا وغیرہ پراگرچہ مفعولیت کی بناء پر نصب پڑھا جاسکتا ہے لیکن علماءِ نحو کے نزدیک اگر زَیْدًا کو مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھا جائے تو یہ مختار (پسندیدہ) ہے۔ (بشرطیکہ رفع کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو)۔مثلاً زَیْدًا ضَرَبْتَهُ کو زَیْدٌ ضَرَبْتُهُ پڑھنا مختار ہے۔

دوسری صورت: نیز اُس صورت میں بھی زَیْدًا وغیرہ پر رفع پڑھنا مختار ہے — جبکہ نصب سے رفع کا زیادہ قوی قرینہ موجود ہو۔مثلاً ''اَمَّا'' مذکورہ اسم (زَیْدًا) پر داخل ہو، ساتھ ہی وہ جملہ غیر طلبی (یعنی غیر انشائیہ) ہو — جیسے لَقِیْتُ الْقَوْمَ وَاَمَّا زَیْدٌ فَاَکْرَمْتُهُ — لفظ اَمَّا کے بعد اکثر مبتدأ آتا ہے اور اس صورت میں حذف فعل سے بھی سلامتی ہے۔لہٰذا رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہے۔

اور مثلاً جب ''اِذَا مُفَاجَاتِیَه'' اسم مذکور (زَیْدًا) پر آئے تب بھی رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ ''اِذَا'' کے بعد بھی اکثر جملہ اسمیہ آتا ہے اور سلامت عن الحذف بھی ہے۔جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا زَیْدٌ یَّضْرِبُهُ عَمْرٌو ۔

ما اضمر عامله پر نصب کے مختار ہونے کی صورتیں:

جس اسم کا عامل شَرِیْطَةُ التَّفْسِیْرِ کی بناء پر مقدر کر دیا گیا ہو اس پر مندرجہ ذیل صورتوں میں نصب پڑھنا مختار ہے۔

(۱) جب اسم مذکور (زَیْدًا) کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو رہا ہو...تاکہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں کے جملہ فعلیہ ہونے میں مناسبت ہو جائے۔ جیسے خَرَجْتُ

فَزَیْدًا لَقِیْتُہٗ۔

(۲) جب اسم مذکور (زَیْدًا) حرف نفی کے بعد ہو — جیسے مَا زَیْدًا ضَرَبْتُہٗ (حروف نفی: مَا، لَا، لَیْسَ، اِنْ، لَوْ، لَمَّا، لَنْ، لَمْ)۔

(۳) جب اسم مذکور (زَیْدًا) حرف استفہام کے بعد ہو — جیسے اَزَیْدًا ضَرَبْتَہٗ؟

(۴) جب اسم مذکور (زَیْدًا) اِذَا شرطیہ کے بعد واقع ہو۔ جیسے اِذَا زَیْدًا ضَرَبْتَہٗ اَضْرِبُکَ۔

(۵) جب اسم مذکور (زَیْدًا) حَیْثُ کے بعد واقع ہو۔ جیسے حَیْثُ زَیْدًا اَکْرَمْتَہٗ اُکْرِمُکَ ۔

(۶) جب اسم مذکور (زَیْدًا) امر و نہی سے پہلے ہو۔ جیسے زَیْدًا اِضْرِبْہُ وَعَمْرًوا لَا تَضْرِبْہُ ۔

مذکورہ مثالوں میں نصب کی دلیل: مذکورہ مثالوں میں لفظ زید پر نصب پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ مقامات فعل کے مقامات ہیں۔

(۷) جب فعل محذوف کے **مفسِر** (فعل) کا صفت کے ساتھ التباس کا اندیشہ ہو (تب بھی ما اضمر عاملہ پر نصب مختار ہے)۔ جیسے اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاہُ بِقَدَرٍ۔

وضاحت: مذکورہ آیت کریمہ میں اگر کلَّ شَیٍٔ کو کُلُّ شَیٍٔ پڑھیں تو اس میں اگرچہ حرج کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ رفع کی صورت میں بھی کلُّ شَیٍٔ، ما اضمر عاملہ ہی رہے گا اور کلّ شَیٍٔ مبتدا اور خَلَقْنَاہُ اس کی خبر ہوگی۔ لیکن ایسا کرنا (یعنی کلُّ شَیٍٔ کو رفع کے ساتھ پڑھنا) مختار نہیں ہے۔ کیونکہ "خَلَقْنَاہُ" جو کہ دراصل کلُّ شَیٍٔ سے پہلے محذوف خَلَقْنَاہُ کی تفسیر ہے۔ رفع پڑھنے کی صورت میں کوئی شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ خَلَقْنَاہُ شاید فعل محذوف کی تفسیر نہیں بلکہ کلَّ شَیٍٔ کی صفت بن رہا ہے — اور بقدرٍ" موصوف

صفت'' کی خبر بن رہا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے — کیونکہ ایسا کرنے سے معنی غلط ہو جائے گا — پھر معنی یوں بنے گا: ''بے شک ہر وہ چیز جس کو ہم (اللہ تعالیٰ) نے پیدا کیا۔ وہ خاص اندازے سے ہوتی ہے (جبکہ وہ چیز جس کو ہم نے پیدا نہیں کیا وہ اندازے سے نہیں ہوتی)۔

یہ ترجمہ بالکل غلط ہے — اور یہ غلطی اس لیے پیدا ہوئی کہ جب ہم نے کلُّ شَيءٍ (رفع کے ساتھ) پڑھا تو سمجھنے والے نے خَلَقْنَاهُ کو اس کی صفت سمجھ لیا حالانکہ اس کی صفت نہیں — لہٰذا ہم نے کہا کہ کلَّ شَيءٍ (نصب کے ساتھ) پڑھو تاکہ اس غلطی کا احتمال نہ رہے۔

''ما اضمر عاملہ'' پر رفع و نصب دونوں کے یکساں ہونے کی صورت:

جب ما اضمر عاملہ کا جملہ معطوف ہو — ایسے جملہ اسمیہ پر جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو — تو اس میں دونوں امر (یعنی رفع و نصب) برابر ہیں — جیسے زَیْدٌ قَامَ وَ عَمْرًوا اَکْرَمْتُہٗ ... یا... زَیْدٌ قَامَ وَعَمْرٌو اَکْرَمْتُہٗ۔

ما اضمر عاملہ کو وجوبًا منصوب پڑھنے کی صورتیں:

(۱) حرف شرط کے بعد: جیسے اِنْ زَیْدًا ضَرَبْتَہٗ ضَرَبَکَ۔

(۲) حرف تحضیض کے بعد: جیسے اَلَّا زَیْدًا ضَرَبْتَہٗ۔

بظاہر ''ما اضمر عاملہ'' ہو لیکن درحقیقت نہ ہو۔

(الف) اَزَیْدٌ ذُھِبَ بِہٖ میں اگرچہ زَیْدٌ حرف استفہام کے بعد ہے (جیسا کہ نصب مختار ہونے کی صورت نمبر ۳ میں لکھا گیا ہے) لیکن اس میں نصب پڑھنا مختار نہیں — اس لیے کہ یہ مَااُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ سے متعلق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں ذُھِبَ بِہٖ کو زید پر مسلط کرنا درست نہیں ہے۔ پس زَیْدٌ پر رفع پڑھنا واجب ہے۔

(ب) اسی طرح کُلُّ شَیءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ بھی مَااُضْمِرَ عَامِلُہٗ سے نہیں ہے

— کیونکہ اگر کُلَّ شَیءٍ پڑھیں اوراس کو فَعَلُوْہُ (محذوف) کا مفعول بنائیں تو معنی فاسد ہو جائیں گے۔ معنی یہ بنے گا کہ لوگوں نے ہر چیز کو نامۂ اعمال میں کیا۔ حالانکہ نامۂ اعمال میں لوگوں نے کوئی کام نہیں کیا بلکہ دراصل کُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ مبتدأ ہے اور فِی الزُّبُرِ اس کی خبر ہے۔

(ج) بالکل اسی طرح اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیُ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَاةَ جَلْدَةٍ بھی مَاُضْمِرَ عَامِلُهٗ سے نہیں ہے — کیونکہ

(الف) مبرد کے نزدیک فَاجْلِدُوْا کی "فاء" بمعنی شرط ہے۔ یعنی فاء جزائیہ ہے اور فاء جزائیہ مابعد کو ماقبل میں عمل سے روکتی ہے۔ لہٰذا اِجْلِدُوا۔ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیُ پر داخل نہیں ہوسکتا۔ پس اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیُ کو بھی ماأضمر عامله کے تحت منصوب نہیں پڑھ سکتے۔

(ب) **سیبویہ** کے نزدیک مذکورہ آیت دو علیحدہ علیحدہ جملوں پر مشتمل ہے۔ یعنی حکم اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیُ فِیْمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ — اِنْ ثَبَتَ زِنَاھُمَا فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا اس طرح بھی اس آیت کریمہ کا ماأضمر عامله سے کوئی تعلق نہیں بنتا کیونکہ دوسرے جملہ کا پہلے جملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا اس وضاحت کے مطابق بھی اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیُ پر نصب نہیں پڑھ سکتے۔

اور اگر مبرد وسیبویہ کی رائے قبول نہ کی جائے تو اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیُ پر ما اضمر عامله کی بناء پر نصب پڑھنا مختار ہوگا۔ (مگر مبرد یا سیبویہ کی رائے کو ترک کرنا باطل ہے)۔

تحذیر:

مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کا چوتھا مقام:

وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا مِّمَّا بَعْدَهٗ اَوْذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا۔

تحذیر وہ معمول ہے جو اِتَّقِ کی مقدر (محذوف) کے ساتھ اپنے مابعد سے ڈرانے کے لیے آتا ہے— یا **محذر منه** کو مکرر ذکر کیا جائے۔ تب بھی اِتَّقِ مقدر (محذوف) ہوگا۔

﴿۱﴾ جیسے **اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ**— یہ اصل میں **اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَ** تھا۔

اور **اِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ** — یہ اصل میں **اِتَّقِ نَفْسَکَ عَنْ حَذْفِ الْاَرْنَبِ** تھا۔ یعنی اپنی ذات کو خرگوش کو لاٹھی مارنے سے بچا۔

﴿۲﴾ جیسے **اَلطَّرِیْقَ اَلطَّرِیْقَ** ۔ یہ اصل میں **اِتَّقِ الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ** تھا۔

نوٹ: مذکورہ مثالوں کو یوں بھی پڑھا جاسکتا ہے:

اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِ + اِیَّاکَ مِنْ اَنْ تَحْذِفَ (مِنْ کے ساتھ) ———

اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ (مِنْ کو مقدر کرکے)

جبکہ **اِیَّاکَ الْاَسَدَ** پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ اسم صریح سے مِنْ کا حذف ممتنع ہے۔

۳۔ مفعول فیہ

هُوَ مَا فُعِلَ فِیْهِ فِعْلٌ مَّذْكُوْرٌ مِّنْ زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ۔

مفعول فیہ وہ زمان یا مکان ہے جس میں "فعل مذکور" وقوع پذیر ہوا—(جیسے **صَلَّیْتُ خَلْفَکَ + صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ**)۔

نصب مفعول فیہ کی شرط مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس میں "فی" مقدر ہو (جیسے **صَلَّیْتُ فِیْ خَلْفِهٖ + صُمْتُ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ**)۔

فی کی تقدیر ❶ ظروف زمان سب کے سب "فی" کی تقدیر کو قبول کرتے ہیں۔
❷ ظروف مکان اگر مبہم ہوں تو "فی" کی تقدیر کو قبول کرتے ہیں۔ (جیسے قُمتُ خَلفَکَ) — اور اگر مبہم نہ ہوں (بلکہ محدود ہوں) تو "فی" کی تقدیر کو قبول نہیں کرتے بلکہ "فی" ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے صَلَّیتُ فِی المَسجِدِ۔

ظرف مکان مبہم کی تفصیل: ضرف مکان مبہم کی تفسیر "جہات ستہ" سے کی جاتی ہے اور وہ یہ ہیں:
(۱) قُدَّامُ (۲) خَلفُ (۳) یَمِینُ (۴) شِمَالُ (۵) فَوقُ (۶) تَحتُ۔

ظرف مکان مبہم پر محمول ہیں (الف)۔ عِندَ، لَدٰی اور ان کے مشابہ (دُونَ، سِوٰی) کو ظرف مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے — کیونکہ ان میں بھی ایک قسم کا ابہام ہوتا ہے۔
(ب) لفظ "مکان" بھی کثرت استعمال کی وجہ سے ظرف مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے (تاکہ "فی" کی تقدیر کے سبب تخفیف ہو جائے)۔
(ج) اور دَخَلتُ کا مابعد بھی اصح قول کے مطابق ظرف مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے۔ جیسے دَخَلتُ الدَّارَ (دَخَلتُ فی الدَّارِ)

مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی مزید دو صورتیں:
(الف) بعض اوقات مفعول فیہ... عامل مضمر کی وجہ سے بھی منصوب ہوتا ہے (جیسے مَتٰی سِرتَ کے جواب میں یَومَ الجُمُعَةِ کہنا۔)
(ب) اسی طرح شریطة التفسیر کی بناء پر بھی مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے جیسے یَومَ الجُمُعَةِ صُمتُ فِیهِ (صُمتُ فیه کی وجہ سے یَومَ الجُمُعَةِ سے پہلے صُمتُ کو حذف کر دیا)۔

٤۔ مفعول له

هُوَ مَافُعِلَ لِاَجلِہٖ فِعلٌ مَّذْکُورٌ۔

مفعول له وہ ہے جس کی وجہ سے ''فعل مذکور'' کیا گیا ہو۔ جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا ــــ قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا (پہلی مثال حصول اور دوسری مثال وجود کی ہے۔)

اختلاف: زجاج نحوی کے نزدیک مفعول لہ فعل کا مصدر (من غير لفظه) ہوتا ہے۔ یعنی مفعول لہ دراصل مفعول مطلق ہے۔

نصب مفعول له کی شرط: مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط لام کا مقدر ہونا ہے۔ (ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اصل میں ضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِيْبِ تھا)۔

مفعول لہ کے لام کو حذف کرنے کی دو شرطیں ہیں:

(۱) جب مفعول لہ ''فعل معلَّل بہٖ'' کے فاعل کا کام ہو ـــــ ورنہ لام کا ذکر ضروری ہے۔ جیسے جِئْتُکَ لِلسَّمَنِ (میں تیرے پاس گھی کے لیے آیا) اس میں سمن مفعول لہ۔ جِئْتُ کے فاعل کا فعل نہیں ــــ کیونکہ اعطاءِ سمن دوسرے آدمی کا کام ہے۔

(۲) مفعول لہ وجود میں ''فعل معلَّل بہٖ'' کا مقارن ہو ـــــ ورنہ لام کا ذکر ضروری ہے جیسے اَکْرَمْتُکَ الْيَوْمَ لِوَعْدِیْ بِذَالِکَ اَمْسِ اس میں ''لِوَعْدِیْ مفعول لہ'' کا زمانہ (اَمْسِ)۔ فعل معلل بہ اِکْرَامَ کے زمانہ (اليوم) کے مقارن نہیں ہے۔

مذکورہ دونوں شرطوں کی مثال: ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا ــــ اس مثال میں ضَرَبْتُ فعل معلل بہ ہے ــــ ''تُ'' فاعل ہے ــــ ادب سکھانا فعل معلل بہ کے فاعل کا کام ہے۔ نیز وجود میں مفعول لہ (تادیب) فعل معلل بہ (ضَرْبٌ) کا مقارن ہے۔ اسی وجہ سے تَادِيْباً میں لام کو حذف کر دیا (جو کہ لِلتَّادِيْبِ تھا)۔

۵۔ مفعول معه: هُوَ مَذْكُوْرٌ بَعْدَ الْوَاوِ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ فِعْلٍ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى۔

مفعول معه وہ اسم ہے جو واوٴ (بمعنی مع) کے بعد مذکور ہو — اور مقصود اس واوٴ سے یہ ہو کہ اپنے مابعد کی ...... فعل کے معمول کے ساتھ مصاحبت کی خبر دے — خواہ وہ فعل، لفظی ہو یا معنوی ہو۔ (جیسے اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشْبَةَ اور مَالَکَ وَزَیْدًا یعنی مَا تَصْنَعُ وَزَیْدًا)۔

فعل لفظی اور عطف: پھر اگر فعل لفظی ہو اور (واوٴ کے مابعد کا واوٴ ما قبل پر) عطف بھی جائز ہو — تو مفعول معہ میں رفع و نصب دونوں جائز ہیں۔ جِئْتُ اَنَا وَزَیْدًا اور جِئْتُ اَنَا وَزَیْدٌ —

اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگا۔ جیسے جِئْتُ وَزَیْدًا۔

فعل معنوی اور عطف: اور اگر فعل معنوی ہو اور (واوٴ کے مابعد کا واوٴ کے ما قبل پر) عطف بھی جائز ہو — تو عطف متعین ہوگا۔ جیسے مَالِزَیْدٍ وَعَمْرٍو۔ (یعنی مَا یَصْنَعُ زَیْدٌ وَ عَمْرٌو)۔

اور اگر عطف جائز نہ ہو تو (مفعول معہ کی وجہ سے) نصب متعین ہوگا۔ جیسے مَالَکَ وَزَیْدًا۔ مَاشَانُکَ وَعَمْرًوا ۔ ان دونوں مثالوں میں عطف جائز نہیں ہے کیونکہ جب ضمیر مجرور پر عطف ڈالا جائے تو بلا اعادۂ جار عطف جائز نہیں ہوتا — لہٰذا یہاں واوٴ کا مابعد مفعول معہ کی بناء پر منصوب ہوگا — نیز ان دونوں مثالوں میں فعل، معنوی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ مَا تَصْنَعُ کے معنی میں ہیں یعنی مَا تَصْنَعُ وَزَیْدًا اور مَا تَصْنَعُ وَعَمْرًوا۔

۶۔ حال

اَلْحَالُ مَایُبَیِّنُ ھَیْئَۃَ الْفَاعِلِ اَوِالْمَفْعُوْلِ بِہٖ لَفْظًا اَوْمَعْنیً۔

حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت بیان کرے۔(چاہے وہ فاعل یا مفعول بہ)لفظاً ہو یا معنیً ہو جیسے:

﴿۱﴾ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا (فاعل ومفعول بہ لفظاً مذکور ہیں)۔

﴿۲﴾ زَیْدٌ فی الدَّارِ قَائِمًا (زید حصل محذوف کا معنیً فاعل ہے)۔

﴿۳﴾ ھٰذا زَیْدٌ قَائِمًا (زَیْدٌ معنیً مفعول بہ ہے کیونکہ ھٰذا ،اُشِیْرُ کے معنی میں ہے)۔

☆ حال کا عامل یا تو فعل ہوتا ہے(جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا) — یا شبہ فعل(اسم فاعل، اسم مفعول، صفت شبہ، اسم تفضیل، مصدر) ہوتا ہے۔(زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ قَائِمًا) — یا معنی فعل ہوتا ہے۔(زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا)

☆ حال میں شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو— اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے۔

(اَرْسَلَھَا الْعِرَاکَ ...اور ... مَرَرْتُ بِہٖ وَحْدَہٗ میں— اَلْعِرَاکَ اور وَحْدَہٗ اگر چہ حال اور معرفہ ہیں مگر ان کی **تاویل** یوں کی گئی ہے کہ اَلْعِرَاکَ میں الف لام زائد ہے اور وَحْدَہٗ متوحد کے معنی میں ہے۔اسی طرح کے دیگر مقامات پر بھی **تاویل** کی جائے گی۔)

☆اگر ذوالحال نکرہ ہو تو اس کو مقدم کرنا واجب ہے— جیسے جَاءِ نِیْ رَجُلٌ رَاکِبًا۔

☆ حال، عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا۔جیسے ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا — بخلاف ظرف کے، کیونکہ اگر حال ظرف ہو تو وہ عامل معنوی پر مقدم ہوسکتا ہے(جیسے زَیْدٌ قَائِمًا فِی الدَّارِ)— اور نہ ہی حال ...ذوالحال مجرور پر مقدم ہوسکتا ہے۔ اصح قول کے مطابق— (اسی لیے ذَھَبْتُ رَاکِبَۃً بِھِنْدٍ کہنا غلط ہے)۔

☆ ہر وہ اسم جو ہیئت پر دلالت کرے وہ حال بن سکتا ہے(بعض نحویوں نے حال کے لیے جو

مشتق یا معنی مشتق کی شرط لگائی ہے وہ درست نہیں ہے) جیسے **هٰذا بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا۔** (اس خشک کھجور سے تر کھجور زیادہ بہتر ہے)۔ **بُسْرًا** اور **رُطَبًا** اسم جامد ہونے کے باوجود حال بن رہے ہیں۔

☆ حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے— (الف) اگر جملہ اسمیہ خبریہ حال بنے تو...

(۱) واؤ اور ضمیر کا اکٹھے ذکر ہوتا ہے جیسے **جِئْتُ وَاَنَا رَاكِبٌ۔**

(۲) یا صرف واؤ کا ذکر ہوتا ہے (اور یہ ضعیف ہے) جیسے **جِئْتُكَ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ۔**

(۳) یا صرف ضمیر کا ذکر ہوتا ہے، (یہ بھی ضعیف ہے) جیسے **كَلَّمْتُهٗ فُوْهُ اِلٰى فِيَّ۔**

(ب) اگر جملہ فعلیہ خبریہ مضارع مثبت، حال بنے— تو صرف ضمیر کا ذکر ہوتا ہے جیسے **جَاءَ نِيْ زَيْدٌ يَّضْرِبُ۔**

☆ جملہ اسمیہ اور مثبت مضارع کے ماسوا دیگر صورتوں میں...

(الف) واؤ اور ضمیر دونوں کا ذکر بھی ہوسکتا ہے۔ جیسے **جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَّ مَا يَتَكَلَّمُ غُلَامُهٗ۔**

(ب) اور ان میں سے ایک کا ذکر بھی جائز ہے۔ جیسے **جَاءَ نِيْ زَيْدٌ قَدْ خَرَجَ غُلَامُهٗ + جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَمَا خَرَجَ عَمْرٌو۔**

☆ جب ''ماضی مثبت'' حال بنے— تو **قَدْ** کا لفظی یا تقدیری ذکر ضروری ہے— جیسے **جَاءَ نِيْ زَيْدٌ قَدْ رَكِبَ** اور قول باری **جَاءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ** (یعنی **قَدْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ**)۔

☆ حال کے عامل کو حذف کرنا بھی جائز ہے— جیسے مسافر سے کہنا **رَاشِدًا مَّهْدِيًّا** (یعنی **سِرْ رَاشِدًا مَّهْدِيًّا**)۔

☆ حال مؤکدہ (حال کا ذوالحال سے جدا نہ ہوسکنا) میں عامل کو حذف کرنا واجب ہے —— اور اس کی شرط یہ ہے کہ **حال** ... **جملہ اسمیہ** کے مضمون کو ثابت کر رہا ہو —— جیسے **زَیْدٌ اَبُوْکَ عَطُوْفًا** (زَیْدٌ اَبُوْکَ اَحَقُّهُ عَطُوْفًا) —— **عَطُوْفًا** حال مؤکدہ ہے کیونکہ شفقت باپ سے جدا نہیں ہوسکتی۔ نیز **عَطُوْفًا** (حال) **زَیْدٌ اَبُوْکَ** (جملہ اسمیہ) کے مضمون کو ثابت کر رہا ہے۔

۷۔ التمییز

اَلتَّمِیِیْزُ مَا یَرْفَعُ الْاِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ عَنْ ذَاتٍ مَّذْکُوْرَةٍ اَوْ مُقَدَّرَةٍ۔

تمییز وہ ہے جو ''ذات مذکورہ'' ... یا... ''ذات مقدرہ'' کے پختہ ابہام کو دور کرے۔ جیسے **عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا** —— **طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا**۔ تمییز کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جو ''ذات مذکورہ'' سے ابہام کو دور کرے —— وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اور وہ مفرد مقدار............

(۱) یا تو عدد میں ہوگی جیسے **عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا** (اس کا ذکر عنقریب آ رہا ہے)۔

(۲) یا غیر عدد میں ہوگی جیسے **رِطْلٌ زَیْتًا** (زَیْتًا نے وزن کا ابہام دور کیا) —— اور جیسے **مَنْوَانِ سَمَنًا** (سَمَنًا نے وزن کا ابہام دور کیا) —— اور جیسے **قَفِیْزَانِ بُرًّا** (بُرًّا نے کیل کا ابہام دور کیا) —— اور جیسے **عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا** (زُبْدًا نے مقیاس کے ابہام کو دور کیا)۔

نوٹ: مذکورہ مثالوں میں اسم تام کی تمام صورتوں کا بیان بھی ہے کیونکہ اسم

(۱) یا تو تنوین سے تام ہوتا ہے جیسے **رِطْلٌ زَیْتًا** (۲) یا نون تثنیہ سے جیسے **مَنْوَانِ سَمَنًا** (۳) یا نون جمع سے جیسے **عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ رَجُلًا** (۴) یا اضافت سے

جیسے عَلَی الثَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زُبَدًا ۔

☆ اگر تمیز اسم جنس ہو تو اس کو مفرد لایا جائے گا (تثنیہ وجمع نہیں)۔ جیسے طَابَ زَیْدٌ جِلْسَۃً۔ مگر جب اسم جنس سے انواع کا قصد کیا جائے تو تمیز کو ''تثنیہ وجمع'' لایا جاسکتا ہے۔ جیسے طَابَ زَیْدٌ جِلْسَتَیْنِ ۔

☆ غیر اسم جنس کو تثنیہ وجمع لایا جاسکتا ہے۔ جیسے عِنْدِیْ عَدْلٌ ثَوْبًا ۔ عِنْدِیْ عَدْلٌ ثَوْبَیْنِ ۔ عِنْدِیْ عَدْلٌ اَثْوَابًا۔

☆ اگر مفرد مقدار... تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ (تام) ہو۔ تو اس (مفرد مقدار) کی، تمیز کی طرف اضافت جائز ہے۔ جیسے رِطْلُ زَیْتٍ ۔ مَنَوَا سَمَنٍ ۔ (جو اصل میں مَنَوَانِ سَمَنٍ تھا)

☆ اور اگر مفرد مقدار... تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ تام نہ ہو (بلکہ نون جمع یا اضافت کے ساتھ تام ہو) ۔ تو اس (مفرد مقدار) کی تمیز کی طرف اضافت جائز نہیں ہے۔ جیسے عِشْرُوْنَ دِرْھَمًا ۔ عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زُبْدًا۔

☆ تمیز... غیر مقدار سے بھی ابہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے خَاتَمٌ حَدِیْدًا ۔ اس صورت میں تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے۔ جیسے خَاتَمُ حَدِیْدٍ اور خَاتَمُ فِضَّۃٍ ۔

دوسری قسم: جو ''ذاتِ مقدرہ'' سے ابہام کو دور کرے ......

(ا) یہ اس نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے جو جملہ (فعلیہ) یا شبہ جملہ میں پائی جاتی ہے

جملہ فعلیہ کی مثال: طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا۔ (زید اچھا ہے، ذات کے اعتبار سے)۔

شبہ جملہ کی مثال: زَیْدٌ طَیِّبٌ اَبًا۔ (زید باپ کے اعتبار سے اچھا ہے)۔

زَیْدٌ طَیِّبٌ اُبُوَّۃً۔ (زید باپ ہونے کے اعتبار سے اچھا ہے۔)

زَیْدٌ طَیِّبٌ دَارًا۔ (زید گھر کے اعتبار سے اچھا ہے۔)

زَیْدٌ طَیِّبٌ عِلْمًا۔ (زید علم کے اعتبار سے اچھا ہے۔)

(۲) یا اضافت میں واقع ہونے والے ابہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے............

یُعْجِبُنِی طَیِّبُہٗ اَبًا۔ (مجھے اس کا باپ کے لحاظ سے اچھا ہونا خوشگوار لگتا ہے۔)

یُعْجِبُنِی طَیِّبُہٗ اُبُوَّۃً۔ (مجھے اس کا باپ ہونے کے لحاظ سے اچھا ہونا خوشگوار لگتا ہے۔)

یُعْجِبُنِی طَیِّبُہٗ دَارًا۔ (مجھے اس کا گھر کے اعتبار سے اچھا ہونا خوشگوار لگتا ہے۔)

یُعْجِبُنِی طَیِّبُہٗ عِلْمًا۔ (مجھے اس کا علم کے اعتبار سے اچھا ہونا خوشگوار لگتا ہے۔)

ان مثالوں میں طَیِّبُہٗ کی اضافت میں ابہام ہے۔ جس کو تمییز نے دور کیا۔

اسم مشتق کے تمییز بننے کی مثال: جیسے لِلّٰہِ دَرُّہٗ فَارِسًا۔ (اللہ ہی کیلئے ہے اس کی خوبی، از روئے شہسوار ہونے کے) اس مثال میں فَارِسًا اسم مشتق تمییز بن رہا ہے۔

نوٹ: دَرٌّ کا معنی دودھ ہے اور یہاں مجازاً خیر کثیر مراد ہے کیونکہ دودھ میں بھی بہت خوبیاں ہیں۔

☆ تمییز کی دوسری قسم، اگر اسم ہو (یعنی صفت نہ ہو) ـــ اور ''منتصب عنہ'' (ممیَّز) پر اس کا حمل درست ہو ـــ تو اس کو ''منتصب عنہ'' کی تمییز بھی بنا سکتے ہیں اور منتصب عنہ کے متعلق کی تمییز بھی بنا سکتے ہیں۔ جیسے طَابَ زَیْدٌ عِلْمًا۔ اس مثال میں (۱) عِلْمًا اسم ہے صفت نہیں ہے (۲) عِلْمًا کا حمل منتصب عنہ (زید) پر درست ہے۔

لہٰذا یہاں عِلْمًا کو زَیْدٌ کی تمییز بھی بنایا جا سکتا ہے اور متعلق زید یعنی شَیْئٌ (محذوف) کی تمییز بھی بنایا جا سکتا ہے۔

☆ اگر اس اسم کا حمل منتصب عنہ پر درست نہ ہو تو اس اسم کو صرف منتصب عنہ کے متعلق کی تمییز بنائیں گے جیسے طَابَ زَیْدٌ دَارًا۔ اس مثال میں دَارًا کا حمل منتصب عنہ (زَیْدٌ) پر درست نہیں ـــ لہٰذا یہ اس کے متعلق شَیْئٌ کی تمییز ہو گی جو کہ زَیْدٌ کی

طرف منسوب ہے۔

نــــوٹ: مذکورہ دونوں صورتوں میں تمییز (واحد، تثنیہ اور جمع میں) مقصود کے مطابق آئے گی۔ جیسے طَابَ زَیْدٌ اَبًا ــــ طَابَ زَیْدَانِ اَبَوَیْنِ ــــ طَابَ زَیْدُوْنَ اٰبَاءً۔

لیکن اگر تمییز جنس ہو (تو اسے مفرد ہی لائیں گے) جیسے طَابَ زَیْدٌ عِلْمًا۔

مگر جب جنس سے مختلف انواع مقصود ہوں تو تثنیہ و جمع لایا جاسکتا ہے جیسے طَــــابَ زَیْدَانِ عِلْمَیْنِ۔ جبکہ ایک زید ایک علم میں اور دوسرا زید دوسرے علم میں اچھا ہو۔

☆ اور اگر تمییز کی دوسری قسم صفت (اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر وغیرہ) ہو تو وہ صرف منتصب عنہ کیلئے ہوگی۔ اور (واحد، تثنیہ، جمع میں) اسی کے مطابق ہوگی۔

جیسے طَابَ زَیْدٌ کَاتِبًا ــــ طَابَ زَیْدَانِ کَاتِبَانِ ــــ طَابَ زَیْدُوْنَ کَاتِبُوْنَ۔

نــــوٹ: مذکورہ تمییز، حال بننے کا احتمال بھی رکھتی ہے ــــ اس صورت میں جبکہ حال بنانے سے معنیٰ فاسد نہ ہو۔

☆ تمییز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی ــــ اسی طرح (عامل، فعل ہونے کی صورت میں) اصح مذہب یہی ہے کہ فعل پر بھی مقدم نہیں ہوسکتی۔

جبکہ امام ابو عثمان مازنی اور امام ابو العباس مبرد کے نزدیک تمییز فعل پر مقدم ہوسکتی ہے۔

۸۔ اَلْمُسْتَثْنٰی

اس کی دو قسمیں ہیں: ❶ متصل ❷ منقطع

متصل: هُوَ الْمُخْرَجُ عَنْ مُّتَعَدَّدٍ لَفْظًا اَوْتَقْدِیْرًا بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا۔

مستثنیٰ متصل وہ ہے جس کو متعدد (مستثنیٰ منہ) سے نکالا جائے (کیونکہ وہ اس میں داخل ہوتا ہے) اِلَّا اور اس کے ہم مثلوں (غَیْرَ ۔ سِوٰی ۔ سِوَاءَ ۔ حَاشَا ۔ خَلَا ۔ عَدَا ۔

لَیسَ ۔ لَا یَکُوْنُ) کے ذریعے۔

یہ نکالنا، چاہے لفظی ہو جیسے جَاءَ نِیُ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا—چاہے تقدیری ہو جیسے مَاجَاءَ نِیُ اِلَّا زَیْدًا یہ اصل میں مَاجَاءَ نِیُ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا تھا۔

منقطع: هُوَالْمَذْکُوْرُ (بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا) غَیْرَمُخْرَجٍ (عَنْ مُتَعَدَّدٍ) ۔

مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو اِلَّا اور اس کے ہم مثلوں کے بعد مذکور ہو اور اس کو متعدد (مستثنیٰ منہ) سے نہ نکالا گیا ہو (کیونکہ وہ اس میں داخل ہی نہیں ہوتا) جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔

مستثنیٰ کے اعراب کی اقسام:

مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں۔

مستثنیٰ کے اعراب کی پہلی قسم:

﴿۱﴾ جب مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو اور وہ اِلَّا صفتی نہ ہو—تو مستثنیٰ منصوب ہوگا—جیسے جَاءَ نِیُ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا۔

﴿۲﴾ مستثنیٰ... مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو—تو مستثنیٰ منصوب ہوگا—جیسے مَاجَاءَ نِیُ اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ۔

﴿۳﴾ مستثنیٰ منقطع بھی اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے—جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔

﴿۴﴾ جو مستثنیٰ خَلَا اور عَدَا کے بعد ہو وہ بھی اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے— جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدًا — جَاءَ نِی الْقَوْمُ عَدَا زَیْدًا ۔

﴿۵﴾ جو مستثنیٰ... مَاخَلَا، مَاعَدَا، لَیْسَ اور لَا یَکُوْنُ کے بعد ہو— تو وہ بھی منصوب ہوتا ہے— جیسے جَاءَ نِیُ الْقَوْمُ مَاخَلَا زَیْدًا۔ جَاءَ نِی الْقَوْمُ مَا عَدَا

زَیْدًا ۔ جَاءَ نِی الْقَوْمُ لَیْسَ زَیْدًا ۔ جَاءَ نِی الْقَوْمُ لَایَکُوْنُ زَیْدًا۔

مستثنیٰ کے اعراب کی دوسری قسم:

اُس صورت میں جبکہ مستثنیٰ ... اِلَّا کے بعد ...کلامِ غیر موجب میں واقع ہو، اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو—— تو مستثنیٰ پر نصب بھی جائز ہے اور بدل بنا کر رفع پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہے—— جیسے مَافَعَلُوْہُ اِلَّا قَلِیْلٌ اور اِلَّا قَلِیْلًا۔

مستثنیٰ کے اعراب کی تیسری قسم:

جب مستثنیٰ منہ غیر مذکور ہو اور مستثنیٰ ... اِلَّا کے بعد ...کلام غیر موجب میں واقع ہو—— تو مستثنیٰ کو عوامل کے مطابق اعراب دیا جائے گا تا کہ کلام صحیح معنی کا فائدہ دے—— جیسے مَاضَرَ بَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ ۔ مَارَأَیْتُ اِلَّا زَیْدًا ۔ مَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ ۔

مگر جب کلام موجب میں معنی درست ہو جائے تو وہاں بھی مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا—— جیسے مَا قَرَأْتُ اِلَّا یَوْمَ کَذَا ۔

یہی وجہ ہے کہ مَازَالَ زَیْدٌ اِلَّا عَالِمًا (زید ہمیشہ تمام صفات پر رہا ہے سوائے عالم ہونے کے) پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (کیونکہ معنی غلط ہو جاتا ہے—— کہ زید صفت علم کے سوا تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا ہے لیکن تمام صفات کے ساتھ صفت ہونا ناممکن ہے—— کیونکہ متضاد و غیر متضاد۔ ممکن و غیر ممکن تمام صفات کا فرد واحد میں جمع ہونا محال ہے)۔

☆ اعراب کی دوسری قسم کے مطابق اگر لفظ (مستثنیٰ منہ) پر حمل کرتے ہوئے مستثنیٰ کو ''بدل'' بنانا متعذر رہو—— تو مستثنیٰ منہ کے محل پر حمل کیا جائے گا۔ جیسے (۱) مَاجَاءَ نِیْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا زَیْدٌ —— (۲) لَا اَحَدَفِیھَا اِلَّا عَمْرٌو —— (۳) مَازَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئٌ لَّا یُعْبَأُ بِہٖ۔ ان مثالوں میں مستثنیٰ کو لفظ مستثنیٰ منہ پر بطور ''بدل'' محمول کرنا متعذر ہے۔ اس لیے مستثنیٰ کو محل ''مستثنیٰ منہ'' پر محمول کیا جائے گا۔

پہلی مثال میں تعذر اس لیے ہے کہ اثبات کے بعد مِـنْ زائد نہیں ہوتا——
اگر زَیْـدٌ کو اَحَـدٍ سے بدل بنائیں تو زیـد سے پہلے "مـن" زائد ماننا پڑے گا——لہٰذا
زید کو من احد کے محل پر محمول کریں گے اور وہ فاعل ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے
اس لیے زَیْدٌ بھی مرفوع ہے۔

دوسری اور تیسری مثال میں مستثنیٰ کو لفظ مستثنیٰ منہ (اَحَدَ + زَیْدٌ) پر محمول کرنا
متعذر ہے—— کیونکہ اثبات کے بعد مَا اور لَا کو عامل بنا کر مقدر نہیں کیا جا سکتا۔
کیونکہ یہ دونوں نفی کے لیے عمل کرتے ہیں اور یہاں اِلَّا کی وجہ سے نفی ختم ہو چکی ہے۔
اس لیے محل مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے عَـمْـرٌو اور شَیْءٌ کو مرفوع پڑھیں گے۔

نـوٹ: دوسری مثال میں اَحَـدٌ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور تیسری مثال
میں شَیْءٌ خبریت کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔

☆ بخلاف اس صورت کے... جب لفظوں پر حمل کرنا ممکن ہو——جیسے لَیْـسَ زَیْدٌ
شَیْـئًـا اِلَّا شَیْـئًـا—— کیونکہ فعلیت کی وجہ سے لَیْـسَ عمل کر رہا ہے پس معنیٔ نفی کے
ٹوٹنے کا لَیْـسَ میں کوئی اثر نہیں ہے—— کیونکہ وہ چیز باقی ہے جس کی وجہ سے لَیْـسَ
عمل کرتا ہے اور وہ فعلیت ہے۔

چونکہ لَیْسَ کے عمل سے اِلَّا مانع نہیں ہے اس لیے لَیْـسَ زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا
کہنا درست ہے——اور مَـا زَیْـدٌ اِلَّا قَـائِمًا کہنا جائز نہیں——(دوسری مثال میں اِلَّا نے
"معنیٔ نفی" کو ختم کر دیا اس لیے مَا کا عمل باطل——جبکہ پہلی مثال میں باوجود بطلانِ نفی کے لَیْسَ عمل کر رہا
ہے، اپنی فعلیت کی وجہ سے)۔

مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی قسم:

غَیْرَ کے بعد—— سِوٰی کے بعد——سِوَاءَ کے بعد——اور اکثر علماء کے

نزدیک حاشا کے بعد بھی ''مستثنیٰ'' **مجرور** ہوتا ہے۔جیسے...

(۱) جَاءَ نِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ۔ (۲)جَاءَ نِی الْقَوْمُ سِوٰی زَیْدٍ۔

(۳) جَاءَ نِی الْقَوْمُ سِوَاءَ زَیْدًا۔ (۴)جَاءَ نِی الْقَوْمُ حَاشَازَیْدٍ۔

غیر کا اپنا اعراب:

غیر کا اعراب مذکورہ صورتوں میں ''مستثنیٰ بالا'' کے اعراب کی طرح ہے— ساری تفصیل ویسی ہی ہے۔

نوٹ: غیر دراصل صفت ہے...اور استثناء میں اِلَّا پر محمول ہوتا ہے—— جیسا کہ اِلَّا (استثناء کے لیے ہے) مگر صفت میں غیر پر بھی محمول ہوتا ہے۔

الا کا صفت کے لیے استعمال:

اس کی تین شرطیں ہیں:

(۱) جمع کے تابع (یعنی جمع کے بعد) ہو۔ (۲) وہ جمع نکرہ ہو (۳) وہ جمع غیر محصور (غیر متناہی) ہو—اِلَّا صفت کے لیے اس وجہ سے استعمال ہوتا ہے کہ استثناء کے لیے اس کا استعمال متعذر ہوتا ہے۔

مثال: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا — اس مثال میں اِلَّا...غیر کے معنی میں ہے اور وہ آلِهَةٌ کے بعد ہے جو کہ جمع ،نکرہ اور غیر محصور ہے— نیز اِلَّا کو استثناء کے لیے بنانا بھی متعذر ہے۔نہ یہ استثناء متصل ہے اور نہ منقطع—اگر متصل ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھی باطل آلہ میں شامل ہے(نعوذ باللہ) اگر منقطع ہو تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اِلٰہ ہونے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔(نعوذ باللہ) اس لیے اِلَّا بمعنی غیر ہے۔

نوٹ: جمع منکر غیر محصور کے علاوہ دیگر مقامات پر اِلَّا کو غیر پر محمول کرنا ضعیف ہے۔

سِویٰ اور سواء کا اپنا اعراب:

اصح مذہب کے مطابق سِوىٰ اور سِوَاءَ ... کی ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوں گے۔ جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ سِوىٰ (سِوَاءَ) زَیْدٍ کہنا جَاءَ نِیُ الْقَوْمُ مَکَانَ زَیْدٍ کے قائم مقام ہے۔

۹۔ کان وغیرہ کی خبر

کَانَ اوراس کے ہم مثلوں کے داخل ہونے کے بعد وہ خبر مسند ہوتی ہے — جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا ۔

☆ کَانَ کی خبر کے تمام احکام... مبتداء کی خبر کے احکام کی طرح ہیں۔

☆ البتہ جب کَانَ کی خبر معرفہ ہو — تو مقدم ہو گی۔

☆ ہر وہ ترکیب جس میں ''اِنْ شرطیہ'' کے بعد اسم ہو... اس اسم کے بعد فاء ہو... اور فاء کے بعد دوسرا اسم ہو — تو کبھی خبر کے عامل (کَانَ) کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔ جیسے اَلنَّاسُ مَجْزِیُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ ۔ ایسی ترکیب میں چار صورتیں پڑھی جا سکتی ہیں......

(۱) اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ = (اِنْ کَانَ عَمَلُهُمْ خَیْرًا، فَجَزَائُهُمْ خَیْرٌ)۔

(۲) اِنْ خَیْرًا فَخَیْرًا = (اِنْ کَانَ عَمَلُهُمْ خَیْرًا فَکَانَ جَزَائُهُمْ خَیْرًا)۔

(۳) اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرٌ = (اِنْ کَانَ فِی عَمَلِهِمْ خَیْرٌ فَجَزَائُهُمْ خَیْرٌ)۔

(۴) اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرًا = (اِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهِمْ خَیْرٌ فَکَانَ جَزَائُهُمْ خَیْرًا)۔

☆ ہر وہ ترکیب جس میں کـــان کو حذف کر کے اس کا عوض ذکر کر دیا جائے — تو کان کو حذف کرنا واجب ہے — جیسے اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ — یہ اصل میں لِاَنْ کُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ تھا — شروع سے لام اور کُنْتَ سے کَانَ کو حذف

کر دیا—اور کان کے بدلے اَنْ کے بعد مَا کا اضافہ کر دیا۔

۱۰۔ اِنَّ وغیرہ کا اسم

اِنَّ اور اس کے ہم مثلوں کے داخل ہونے کے بعد اِنَّ کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے۔ جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

۱۱۔ منصوب بہ ''لائے نفی جنس''

''لائے نفی جنس'' کے داخل ہونے کے بعد اس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے—وہ اسم...لائے نفی جنس کے ساتھ متصل ہوتا ہے...نکرہ ہوتا ہے...مضاف یا مشابہ مضاف ہوتا ہے—جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا (غُلَامَ، نکرہ، متصل، مضاف ہے)—اور جیسے لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَکَ (''عشرین''، نکرہ، متصل، مشابہ مضاف ہے)۔

☆ اگر ''لائے نفی جنس'' کا اسم...مفرد (غیر مضاف و مشابہ مضاف) ہو—تو علامت نصب پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسے لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ — لَا رَجُلَيْنِ فِي الدَّارِ — لَا مُسْلِمِيْنَ فِي الدَّارِ — لَا مُسْلِمَاتِ فِي الدَّارِ (صرف کسرہ، بغیر تنوین کے)۔

☆ اگر ''لا'' کا اسم معرفہ ہو... یا...اسم اور لا کے درمیان فاصلہ ہو—تو اسم پر رفع اور ''لا'' کا تکرار واجب ہے۔ جیسے لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو — لَا عِنْدَکَ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو۔

نوٹ: قَضِيَّةٌ وَّ لَا اَبَا حَسَنٍ لَّهَا (مسئلہ پڑ گیا اور اس کے حل کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں)—اس پر مذکورہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا، بلکہ یہ متأوّل ہے— کیونکہ اَبَا حَسَنٍ (معرفہ) لَا کا اسم نہیں بلکہ یہاں مثل محذوف ہے۔ یعنی لَا مِثْلَ اَبِي حَسَنٍ لَهَا — متوغل فی الابہام ہونے کی وجہ سے مثل نکرہ ہے۔

☆ ہر وہ ترکیب جس میں ''لا''، عطف کی وجہ سے مکرر آئے اور ہر لا کے بعد متصلاً

نکرہ آئے۔تو نکرہ پر پانچ وجہیں جائز ہیں۔

(۱) فَتحُهُمَا = لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِااللهِ۔

(۲) فَتحُ الْاَوَّلِ وَ نَصبُ الثَّانِی = لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةً اِلَّا بِااللهِ۔

(۳) فَتحُ الْاَوَّلِ وَرَفعُ الثَّانِی = لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةٌ اِلَّا بِااللهِ۔

(۴) رَفعُهُمَا = لَاحَوْلٌ وَّلَاقُوَّةٌ اِلَّا بِااللهِ۔

(۵) رَفعُ الْاَوَّلِ وَفَتحُ الثَّانِی (ضعیف قول پر) = لَاحَوْلٌ وَّلَاقُوَّةَ اِلَّا بِااللهِ۔

☆ جب ''لائے نفی جنس'' پر ہمزہ داخل ہو جائے — تو لا کا عمل تبدیل نہیں ہوتا اور اس کا معنی مندرجہ ذیل تین صورتوں پر ہوتا ہے:

(۱) استفہام = اَلَا رَجُلَ فِی الدَّارِ؟

(۲) عرض = اَلَا نُزُوْلَ لَکَ بِنَا فَنُحْسِنَ اِلَیْکَ۔

(۳) تمنی = اَلَا اِتْیَانَ مِنکَ فَتُبَشِّرَنَا ۔

☆ ''لائے نفی جنس'' کے... **مبنی اسم** کی ''صفتِ اوّل'' — جو کہ مفرد (غیر مضاف ومشابہ مضاف) ہو اور اسم کے ساتھ متصل ہو — تو وہ صفت مبنی (علی الفتح) بھی ہو سکتی ہے اور معرب (مرفوع ومنصوب) بھی ہو سکتی ہے۔

(۱) لَا رَجُلَ ظَرِیْفَ... (۲) لَا رَجُلَ ظَرِیْفٌ... (۳) لَا رَجُلَ ظَرِیْفًا۔

☆ اور اگر وہ **صفت** — اوّل نہ ہو... یا.... مفرد نہ ہو (یعنی مضاف، مشابہ مضاف ہو)... یا ...متصل نہ ہو — جیسے لَا رَجُلَ ظَرِیْفٌ کَرِیْمٌ فِی الدَّار — لَا رَجُلَ رَاکِبُ فَرَسٍ عِنْدِیْ — لَا رَجُلَ خَیْرٌ مِّنکَ فِی الْبَلَدِ — لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ کَرِیْمٌ تو وہ صرف معرب (مرفوع ومنصوب) ہو گی۔

☆ اگر معطوف نکرہ ہو تو لفظ پر بھی عطف ہو سکتا ہے (ایسی صورت میں معطوف منصوب ہوگا)

اور محل پر بھی عطف ہوسکتا ہے (ایسی صورت میں معطوف مرفوع ہوگا) جیسے (۱) **لَا اَبَ وَابْنًا** ۔ (۲) **لَا اَبَ وَابْنٌ** ۔

☆ اگر لائے نفی جنس کے **اسم** کے بعد لام اضافت ہو ــــ اور اسم پر اضافت کے احکام جاری ہوتے ہوں ــــ تو اسم کو مضاف قرار دے کر منصوب پڑھ سکتے ہیں ــــ جیسے **لَا اَبَالَهٗ** اور **لَا غُلَامَیْ لَهٗ** (جو اصل میں لَا اَبَ لَهٗ اور لَا غُلَامَیْنِ لَهٗ تھے) یہ دونوں صورتیں اس لیے جائز ہیں کہ ان میں اسم کو مضاف کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسم، مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارک ہے (کہ اضافت یا تو تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے ــــ ان میں تعریف نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کیلئے حرف جر کی تقدیر شرط ہے۔ جیسے غُلَامُ زَیْدٍ ــــ البتہ ان میں تخصیص ہے کیونکہ غلام، مولیٰ کے ساتھ مختص ہے اور ابن اب کے ساتھ مختص ہے) اس لیے انہیں مضاف کے حکم میں قرار دے کر منصوب پڑھا جاسکتا ہے ــــ اسی بناء پر **لَا اَبَا فِیْهَا** کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہاں اسم کو مضاف کے مشابہ قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لیے کہ یہاں لامِ تخصیص نہیں ہے۔

نوٹ: **لَا اَبَالَهٗ** اور **لَا غُلَامَیْ لَهٗ** میں اَبَ اور غُلَامَیْنِ کو حقیقی مضاف قرار نہیں دے سکتے ــــ کیونکہ اس سے معنی فاسد ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا معنی یوں ہو جائے گا کہ فلاں شخص کا باپ جو معلوم الوجود ہے اب موجود نہیں اور فلاں کے دو غلام جو معلوم الوجود ہیں اب موجود نہیں اور حالانکہ ان دونوں کا صحیح معنی ــــ یوں بنتا ہے (۱) فلاں آدمی معلوم النسب نہیں (۲) فلاں آدمی کا مطلقاً کوئی غلام نہیں۔

سیبویہ کا مذہب: سیبویہ ان دونوں مثالوں میں حقیقی مضاف کے قائل ہیں۔

☆ اگر لا کے **اسم** کے محذوف ہونے پر کوئی قرینہ موجود ہو ــــ تو اس کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے **لَا عَلَیْکَ** جو اصل میں **لَا بَأْسَ عَلَیْکَ** تھا۔

قرینہ: یہاں قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے جبکہ یہاں حرف پر داخل ہو گیا تو خود بخود معلوم ہو گیا کہ یہاں اسم یقیناً محذوف ہے۔

۱۲۔ مَا وَلَا مشبهتان بلیس کی خبر

یہ خبر مَا اور لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے — یاد رہے کہ مَا اور لَا کا عامل ہونا حجازی لغت میں ہے۔ بنو تمیم کی لغت میں مَا اور لَا عامل نہیں ہیں۔

مَا کا عمل باطل ہونے کی تین صورتیں:

﴾۱﴿ جب مَا کے ساتھ اِنْ کا اضافہ کر دیا جائے جیسے — **مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ ۔**

﴾۲﴿ جب مَا کی نفی اِلَّا کے سبب ختم ہو جائے — جیسے **مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ۔**

﴾۳﴿ جب مَا کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کر دیا جائے — جیسے **مَا قَائِمٌ زَیْدٌ۔**

☆ جب مَا اور لَا کی خبر پر کسی موجب (بَلْ، لٰكِنْ) کے ذریعے عطف کیا جائے — تو معطوف پر رفع پڑھیں گے — جیسے **مَا زَیْدٌ قَائِمًا بَلْ قَاعِدٌ۔ مَا زَیْدٌ قَائِمًا لٰكِنْ قَاعِدٌ۔**

المجرورات

مجرور کی تعریف هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ۔

مجرور وہ ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔

مضاف الیہ کی تعریف اَلْمُضَافُ اِلَیْهِ کُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَیْهِ شَیْئٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا اَوْتَقْدِیْرًا مُرَادًا۔

مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف حرف جر کے واسطہ سے کسی شی کی نسبت کی جائے خواہ وہ (حرف جر) لفظاً ہو... یا... تَقْدِیْرًا مُرَادًا ہو۔ جیسے غُلَامٌ لِّزَیْدٍ اور غُلَامُ زَیْدٍ۔

حرف جر تقدیری کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جو تنوین سے بوجہ اضافت خالی ہو۔ (اَلضَّارِبُ زَیْدٍ میں مضاف تنوین سے بوجہ الف لام خالی ہے نہ کہ بوجہ اضافت لہٰذا یہاں حرف جر تقدیری کی شرط نہ پائی گئی)۔

اضافت کی اقسام:

اضافت کی دو قسمیں ہیں (۱) اضافت معنویہ (۲) اضافت لفظیہ۔

اضافت معنویہ: اَنْ یَّکُوْنَ الْمُضَافُ غَیْرَ صِفَةٍ مُّضَافَةٍ اِلٰی مَعْمُوْلِهَا۔

اضافت معنویہ یہ ہے کہ صفت کے علاوہ کوئی لفظ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ جیسے بَیْتُ اللّٰہِ۔

☆ اضافت معنویہ یا تو لام کے معنی میں ہوگی (جبکہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ ہی اس کے لیے ظرف ہو) جیسے غُلَامُ زَیْدٍ ——— یا مِنْ کے معنی میں ہوگی (جبکہ مضاف الیہ، مضاف کی جنس سے ہو) جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ ——— یا فی کے معنی میں ہوگی (جبکہ مضاف

الیہ، مضاف کیلئے ظرف ہو) اور یہ قلیل الاستعمال ہے جیسے ضَرْبُ الْیَوْمِ ۔

☆ اضافت معنویہ... **معرفہ** کے ساتھ تعریف کا فائدہ دیتی ہے — اور **نکرہ** کے ساتھ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اور غُلَامُ رَجُلٍ۔

☆ اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف معرفہ ہونے سے خالی ہو (یعنی مضاف معرفہ نہ ہو) — اور یہ جو کوفیوں نے اَلثَّلَاثَۃُ الْاَثْوَابِ وغیرہ کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ ضعیف ہے۔

اضافت لفظیہ: اَنْ یَّکُوْنَ الْمُضَافُ صِفَۃً مُضَافَۃً اِلٰی مَعْمُوْلِھَا۔

اضافت لفظیہ یہ ہے کہ صفت کا صیغہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ اور حَسَنُ الْوَجْہِ ۔

☆ اضافت لفظیہ لفظوں میں صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے — یہی وجہ ہے کہ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْہِ کہنا جائز ہے — اس میں رَجُلٍ موصوف ہے، حَسَنِ الْوَجْہِ اس کی صفت ہے — بظاہر موصوف نکرہ اور صفت معرفہ ہے لیکن حقیقت میں حَسَنِ الْوَجْہِ اضافت لفظیہ ہونے کی وجہ سے صرف تخفیف کا فائدہ دے رہی ہے — اس میں تعریف (معرفہ) بالکل نہیں ہے بلکہ یہ نکرہ ہے۔ اسی وجہ سے حَسَنِ الْوَجْہِ کو رَجُلٍ کی صفت بنانا جائز ہے — لیکن مَرَرْتُ بِزَیْدٍ حَسَنِ الْوَجْہِ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں موصوف معرفہ ہے اور صفت نکرہ ہے۔

نوٹ: حَسَنِ الْوَجْہِ میں تخفیف اس طرح حاصل ہوئی کہ مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوگئی۔

☆ اسی طرح اَلضَّارِبَا زَیْدٍ اور اَلضَّارِبُوْا زَیْدٍ کہنا بھی جائز ہے کیونکہ نون تثنیہ اور نون جمع کے گر جانے کی وجہ سے تخفیف حاصل ہوگئی — لیکن اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں اَلضَّارِبُ کی تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں گری بلکہ

الف لام کی وجہ سے گری ہے۔ پس اس اضافت نے تخفیف کا فائدہ نہیں دیا اس لیے یہ ممنوع ہے۔

فراء کا مذہب: امام فراء کے نزدیک اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کہنا جائز ہے۔ ان کے نزدیک اس میں اَلضَّارِبُ کی تنوین اضافت کی وجہ سے گری ہے۔ لہٰذا وہ کہتے ہیں کہ تخفیف حاصل ہوگئی۔

اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کو ناجائز سمجھنے والوں پر فراء کے اعتراضات:

اعتراض: ۱۔ اَلْوَاهِبُ الْمِأَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا ۔ (وہ سو سفید اونٹنیاں اور ان کے ساتھ غلام عطا کرنے والا شخص ہے) یہ ایک عربی شاعر کا مصرع ہے، جس میں اَلْوَاهِبُ کی تنوین اضافت کی وجہ سے گری ہے نہ کہ الف لام کی وجہ سے؟

جواب: شاعر کا مذکورہ قول ضعیف و ناقابل اعتبار ہے۔

اعتراض: ۲۔ اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ جو کہ اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کی طرح ہے۔ اگر اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ کہنا جائز ہے تو اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کہنا بھی جائز ہونا چاہیے۔

جواب: قاعدہ کے مطابق تو اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ بھی صحیح نہیں ہونا چاہیے — لیکن اس کو اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ کی مختار صفت پر محمول کرتے ہوئے جائز قرار دیا گیا ہے — کیونکہ (دونوں جملوں میں) مضاف اور مضاف الیہ معرف باللام ہیں اور مضاف صیغہ صفت ہے۔

اعتراض: ۳۔: اگر اَلضَّارِبُکَ وغیرہ کی اضافت جائز ہے تو اَلضَّارِبُ زَیْدٍ کی اضافت بھی جائز ہونی چاہیے۔

جواب: یہاں دو قول ہیں (**الف**) یہ بعض نحویوں کا قول ہے کہ اَلضَّارِبُکَ مضاف، مضاف الیہ ہے — ایسی صورت میں اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ضَارِبُکَ میں تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے تنوین گری ہے اسی طرح اَلضَّارِبُکَ میں بھی اتصال

ضمیر کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

(ب) اکثر نحویوں کا قول یہ ہے کہ اَلضَّارِبُکَ میں الف لام بمعنی اَلَّذِی ہے۔ ''ضَارِبُ'' بمعنی ضَرَبَ ہے — اور کَ ضمیر مفعول بہ ہے۔ اس صورت میں یہ مضاف، مضاف الیہ سے متعلق ہی نہیں ہے۔

☆ موصوف کو صفت کی طرف مضاف کرنا اور صفت کو موصوف کی طرف مضاف کرنا درست نہیں۔

سوال: مَسْجِدُ الْجَامِعِ ۔ جَانِبُ الْغَرْبِيِّ ۔ صَلٰوةُ الْاُوْلٰی ۔ بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ وغیرہ تمام صورتوں میں ''اِضَافَةُ الْمَوْصُوْفِ اِلَی الصِّفَةِ'' پائی جاتی ہے لہٰذا آپ کا مذکورہ قانون غلط ہے۔

جواب: یہ تمام صورتیں مؤول ہیں۔ وضاحت ملاحظہ ہو:

مَسْجِدُ الْجَامِعِ = یہ اصل میں مَسْجِدُ الْوَقْتِ الْجَامِعِ ہے۔

جَانِبُ الْغَرْبِيِّ = یہ اصل میں جَانِبُ الْمَكَانِ الْغَرْبِيِّ ہے۔

صَلٰوةُ الْاُوْلٰی = یہ اصل میں صَلٰوةُ السَّاعَةِ الْاُوْلٰی ہے۔

بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ = یہ اصل میں بَقْلَةُ الْحَبَّةِ الْحَمْقَاءِ ہے۔

سوال: جَرْدُ قَطِيْفَةٍ اور اَخْلَاقُ ثِيَابٍ وغیرہ صورتوں ''اِضَافَةُ الصِّفَةِ اِلَی الْمَوْصُوْفِ'' پائی جاتی ہے؟

جواب: یہ صورتیں بھی مؤول ہیں۔

کیونکہ جَرْدُ اور اَخْلَاقُ جو بظاہر صفت نظر آتے ہیں درحقیقت ان کو بمنزلہ ذات قرار دیا گیا ہے — پھر چونکہ ان میں ابہام تھا تو اس کو دور کرنے کے لیے ان کے بعد مضاف الیہ لے آئے ہیں — پس یہ اِضَافَةُ الصِّفَةِ اِلَی الْمَوْصُوْفِ

نہیں ہے بلکہ اِضَافَةُ الْجِنْسِ الْمُبْهَمِ اِلَی الْاِسْمِ الْمُوْضِحِ ہے۔

☆ جو اسم، عموم وخصوص میں مضاف الیہ کے مماثل ہو، اس کو مضاف کرنا جائز نہیں ــــ جیسے لیث اور اسد (دونوں کا معنیٰ "شیر" ہے) اور حبس و منع (دونوں کا معنیٰ "روکنا" ہے) ان کی باہم اضافت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس اضافت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ــــ البتہ کُلُّ الدَّرَاھِمِ اور عَیْنُ الشَّيْئِ کہنا جائز ہے، کیونکہ ان میں مضاف الیہ کی وجہ سے مضاف میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔ کُلُّ الدَّرَاھِمِ میں دنانیر کی اور عَیْنُ الشَّيْئِ میں معدوم کی نفی ہوگئی۔

سوال: سَعِیْدُ کُرْزٍ میں پہلا اسم عموم وخصوص میں دوسرے اسم کے مماثل ہے۔ لیکن پھر بھی یہاں اضافت کردی گئی ہے؟

جواب: سَعِیْدُ کُرْز وغیرہ متأول ہیں ــــ یہاں مضاف (سعید) سے ذاتِ مسمّٰی اور مضاف الیہ (کرز) سے نفسِ لفظ مراد ہے ــــ سعید کرز کا معنیٰ یہ ہے "وہ ذات جس کا لقب کرز ہے۔"

یائے متکلم کی طرف اضافت کے قواعد:

﴿۱﴾ اگر اسم صحیح ... یا ... جاری مجری صحیح، یائے متکلم کی طرف مضاف ہو ــــ تو اس کا آخر مکسور ہوگا ــــ جبکہ (خود) یاء مفتوح ہوگی ... یا ... ساکن ہوگی ــــ جیسے زَیْدٌ سے زَیْدِیْ اور دَلْوٌ سے دَلْوِیْ۔

﴿۲﴾ اگر کسی اسم کے آخر میں الف ہو (اور وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو) تو الف برقرار رہے گی ــــ جیسے عَصَا سے عَصَايَ اور رَحیٰ سے رَحَايَ۔

نوٹ: بنو ھذیل اس الف کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کردیتے ہیں جیسے عَصَيَّ اور رَحَيَّ ــــ البتہ الف تثنیہ میں وہ ایسا نہیں کرتے جیسے غُلَامَايَ ۔

﴿۳﴾ اگر کسی اسم کے آخر میں یاء ہو—— تو اس کو یائے متکلم میں ادغام کر دیتے ہیں—— جیسے قَاضِیُ سے قَاضِيَّ ۔

﴿۴﴾ اگر کسی اسم کے آخر میں واؤ ہو تو اسے یاء سے بدل کر یائے متکلم میں ادغام کر دیتے ہیں—— اور یائے متکلم پر فتح پڑھتے ہیں، التقائے ساکنین سے بچنے کے لیے—— جیسے مُسْلِمُوْنَ سے مُسْلِمِيَّ ۔

﴿۵﴾ اسماء ستہ مکبرہ، اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں —— تو اسماء ستہ کا آخری محذوف حرف واپس نہیں آئے گا اور یوں پڑھیں گے اَخٌ سے اَخِیُ اور اَبٌ سے اَبِیُ۔

جبکہ امام مبرد محذوف حرف کو واپس لا کر ادغام کرتے ہیں—— جیسے اَخٌ سے اَخَوٌ اور اَخَوٌ سے اَخِيَّ ۔اَبٌ سے اَبَوٌ اور اَبَوٌ سے اَبِيَّ ۔

☆ حَمٌ ،هَنٌ کو عورت یوں کہے گی۔حَمِیُ، هَنِیُ ۔

☆ فَمٌ کو اکثر نحویوں کے مطابق فِيَّ پڑھا جاتا ہے اور بعض نحویوں کے مطابق فَمِیُ۔

☆ جب اسماء ستہ سے اضافت منقطع ہو جائے تو تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں—— جیسے اَخٌ ، اَبٌ، حَمٌ، هَنٌ، فَمٌ —— فَمٌ کی فاء پر ضمہ...فتحہ...کسرہ تینوں پڑھے جاسکتے ہیں لیکن فتحہ بہ نسبت ضمہ اور کسرہ کے، زیادہ فصیح ہے۔

☆ جَاءَ حَمٌ مطلقًا يَدٌ اور خَبْءٌ اور دَلْوٌ اور عَصًا کی طرح ہے۔وضاحت حسب ذیل ہے......

(۱) **مطلقًا يَدٌ کی طرح**: یعنی اضافت وعدم اضافت دونوں صورتوں میں حرف محذوف واپس نہ آئے—— جیسے جَاءَ حَمٌ۔ جَاءَ حَمِیُ ۔

(۲) **مطلقًا خَبْءٌ کی طرح**: یعنی اضافت وعدم اضافت دونوں صورتوں میں ہمزہ کے ساتھ پڑھیں—— جیسے جَاءَ حَمْؤٌ —— جَاءَ حَمْئِیُ ۔

(۳) **مطلقاً دَلْوٌ کی طرح**: یعنی اضافت وعدم اضافت دونوں صورتوں میں واؤ کے ساتھ پڑھیں — جیسے جَاءَ حَمُوٌ ۔ جَاءَ حَمُوِیُ۔

(٤) **مطلقاً عَصَا کی طرح**: یعنی اضافت وعدم اضافت دونوں صورتوں میں اعراب تقدیری ہو — جیسے جَاءَ حَمًا اور جَاءَ حَمَايَ ۔

☆ جَاءَ هَنٌ مطلقاً یَدٌ کی طرح ہے۔یعنی اضافت وعدم اضافت دونوں صورتوں میں حرف محذوف واپس نہ آئے۔

☆ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا (لہٰذا یائے متکلم کی طرف بھی مضاف نہ ہوگا) لیکن یاد رہے کہ یہ اضافت سے منقطع بھی نہیں ہوتا یعنی کسی نہ کسی اسم کی طرف مضاف ضرور ہوتا ہے۔